

رحمة الله عليه

عَشْرُونَ إِلَى حَنِيفَ

تَالِيف:

مُفَتِّي رِشْدِ الْجَمْعِ عَلَوِي

منزوری والی حدیث - سہ 20
معرفہ اشہال

عشرہٗنِ الابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم ابو حنیفہ کی صحابہ کرامؓ سے بلا واسطہ
روایت کی گئی احادیث مبارکہ کا مستند مجموعہ

تالیف:

مفتی رشید احمد علی



رحمان پلازہ محلہ منڈی اردو بازار، لاہور فون : 042-7361339

عشرین لابی حنیفہ ————— ۲

ضابطہ

عشرین لابی حنیفہ	نام کتاب
مفتی رشید احمد عوی	تالیف
محمد ریاض درانی	ناشر
جمعیت کمپوزنگ سنٹر، وحدت روڈ لاہور	کمپوزنگ
اشتیاق اے مشتاق پریس لاہور	مطبع
45/- روپے	قیمت
محمد بلال وراف	ہدایہ
سید طارق ہدایتی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)	قانونی مشیر

فہرست

☆	عرضِ ناشر	۵
☆	پیش لفظ	۷
☆	مقدمہ	۱۱
	عشرین لابی حنیفہ	
☆	حضرت انس بن مالکؓ سے مروی احادیث مبارکہ	۳۳
۱	اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کا مقام	۳۴
۲	حصولِ علم کی فرضیت	۳۵
۳	اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے اثرات	۳۷
۴	خیر کی نشان دہی اور مظلوم کی مدد	۳۸
۵	مظلوم کی داد و درسی کا اجر	۳۹
۶	سجدہ سہو کا اصل مقام	۴۰
۷	سجدہ سہو کے اصل مقام کی تحقیق	۴۰
۸	کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی فضیلت	۴۲
۹	حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک	۴۲
☆	حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے مروی احادیث	۴۳
۱۰	جنت کے دروازے پر سونے کی تحریر	۴۳
۱۱	محبت کی حقیقت	۴۵

☆	حضرت عبداللہ جزء الزبیدیؒ سے مروی احادیث	۴۷
۱۲	فضیلت فقہ اور ذوق علم	۴۷
۱۳	دین میں دانائی اور مظلوم کی مدد	۸۴
☆	واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث	۵۱
۱۴	مسلمان بھائی کی برائی کرنے کا نتیجہ	۵۱
۱۵	شک کی حقیقت	۵۲
۱۶	فرائض کی اہمیت	۵۲
☆	عبداللہ بن اوفیؒ سے مروی احادیث	۵۵
۱۷	تعمیر مساجد کی فضیلت	۵۵
۱۸	نیکی اور بدی کی نشاندہی	۵۷
۱۹	نیک اور بد عمل کی نشاندہی	۵۷
☆	جابر بن عبداللہ انصاریؒ سے مروی احادیث	۵۹
۲۰	استغفار کا فائدہ	۶۰
۲۱	اطاعت اور فرمانبرداری کی حقیقت	۶۱
۲۲	نڈی دل کا حکم	۶۲
۲۳	نڈی دل کے احکامات	۶۳
۲۴	نڈی دل کی حلت اور حرمت	۶۳
☆	حضرت معقل ابن یسارؒ سے مروی حدیث مبارکہ	۶۵
۲۴	مومن اور منافق کی علامات	۶۶
	آخری کلمات	۶۹

عرضِ ناشر

ہم ایک مدت سے علمی کتابوں کی اشاعت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ ہم بفضل الہی قرآن مجید، سنت رسول اکرم و اعظم اور حدیث وفقہ کے علاوہ دین و دانش کے بہت سے شعبوں پر عملی کتابوں کی اشاعت کا فریضہ ادا کر چکے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔ فللہ الحمد آج ہم ایک ایسی کتاب پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں کہ شکر سے ہمارا رواں رواں سرشار ہے۔ اس کا موضوع کئی حوالوں سے محترم اور مکرم ہے۔ کتاب رسول اکرم و اعظم کی بیس احادیث کا مجموعہ ہے۔ یہ بیس احادیث حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے براہ راست صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سماعت فرمائیں۔ یہ مجموعہ احادیث صراط مستقیم کو روشن بھی کرتا ہے اور اس صراط مستقیم سے شبہات کے کانٹے بھی چن لیتا ہے۔ یہ مجموعہ یقین و ایمان سے قلوب کو منور بھی کرتا ہے اور بدعتیگی اور جہالت کے اندھیروں کے سائے بھی سمیٹ لیتا ہے۔

ہمارے ہاں کے متجددین کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ ابتدائی صدیوں کے خرد پرستوں کو ان کے علم نے گمراہ کیا، ہماری صدی کے متجددین کو ان کی کم علمی نے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی صدیوں کے خرد پرست جنھیں معتزلہ کہا جاتا ہے، حدیث کے استناد اور رسول اکرم سے اس کے انتساب کو درست مانتے تھے، مگر ہمارے عہد کے خرد پرست علم سے محرومی کے سبب حدیث کے رسول اکرم سے انتساب میں شک کا اظہار کرتے اور کم عقلی سے دلائل فراہم کرتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ کا یہ مجموعہ احادیث اس بات کا ثبوت ہے کہ حدیث کی روایت کس طرح متصل اور کس طرح مستند رہی ہے۔ ابتدائی صدیوں میں حدیث کی

عشرین لابی حنیفہ ————— ۶

روایت بھی ہوئی اور حفاظت بھی، یہ مجموعہ اس حدیث کے استناد کی ایک دلیل ہے، ایسی دلیل جسے برہان قاطع کہا جاسکے۔

ہمارے عہد میں ایک ایسا گروہ بھی ہے جس کی تاریخ ایک ڈیڑھ صدی سے شاید زیادہ نہیں۔ یہ گروہ اپنے نام کے سلسلے میں ہمیشہ الجھن کا شکار رہا ہے۔ اس لیے ہم اُس کا نام لینے سے گریز کرتے ہیں۔ ہمیں اس گروہ سے نہ پر خاش ہے، نہ ہی ہم فرقہ وارانہ ذوق اور مزاج رکھتے ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اس گروہ نے حضرت امام ابو حنیفہ کے علم حدیث کے متعلق افواہوں کو پر لگا رکھے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے علم حدیث کے متعلق وہ جھوٹ، جو کبھی تاریخ انسانی میں نہ بولے گئے تھے، ہمارے عہد میں مسلمہ حقائق بنا کر پیش کیے جا رہے ہیں۔ ہم اس طرح کی فرضی باتوں کی تردید کیوں کریں، مگر ہم پر یہ فرض تو عاید ہوتا ہے کہ ہم حقائق کو کھول کر سنائیں اور سچائی کی اشاعت میں اپنا فریضہ ادا کریں۔

زیر نظر کتاب ہمارے محترم مفتی رشید احمد علوی کی تحقیق ہے۔ اس میں سارے حوالے مستند اور معتبر ہیں۔ اس لیے کہ فاضل مؤلف کا علم راسخ بھی ہے، مستند بھی۔ ہم اس مستند اور مکرم کتاب کی اشاعت کا شرف حاصل کرتے ہوئے شکر کے جذباتوں سے سرشار ہیں۔

ہمارے محترم پروفیسر امجد علی شاہ صاحب علم محقق ہیں۔ انھوں نے حضرت الامام کے متعلق ایک تحقیقی مضمون قلمبند کیا ہے، اُمید ہے یہ ہمارے قارئین کے ذوق علمی کی تسکین کا باعث ہوگا اور ان کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا سبب بٹھیرے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس علمی کام کی اشاعت میں جن دوستوں نے حصہ لیا ہے کبھی کو داریں کی راحت عطا فرمائے۔

ربنا نقبل منا انک انت السميع العليم

والسلام

ریاض وراقی

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد
واله واصحابه واتباعه اجمعين الى يوم الدين اما بعد
اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ترین اور بلند ترین درجہ کے حامل وہ افراد تھے جو نبی علیہ
السلام کی بابرکت صحبت سے مستفید ہوئے اور شرف صحیبت سے مشرف ہوئے۔ اس کے
بعد ان لوگوں کا مرتبہ ہے جو صحابہ کرام سے ملاقات اور ان سے کسب علم و فیض کے طرہ امتیاز
سے ممتاز ہوئے اور اسی بات کی طرف نبی علیہ السلام نے اپنے ان الفاظ
”خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم“

”سب سے بہترین میرا زمانہ ہے اور اس کے بعد میرے بعد والا زمانہ ہے۔“
میں اشارہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کروڑ ہا رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں امام اعظم
ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر جو خیر القرون میں تھے مگر قرب قیامت میں پیدا ہونے والے فتنوں
سے بچاؤ کے لیے اپنی باطنی بصیرت سے ایسا مبارک طریقہ وضع فرما گئے جو عوام الناس کے
لیے دین و دنیا کی حفاظت کا ایک منظم اور مکمل دستور العمل ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ
کی آمد اور ولادت باسعادت کی بشارت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس قول سے
معلوم ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ”سیکون رجل یقال له المنعمان بن ثابت
ویکنی بابی حنیفۃ یحیی دین اللہ تعالیٰ و سنتی“ (عنقریب ایک شخص پیدا ہوگا
جس کا نام نعمان بن ثابت اور کنیت ابو حنیفہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے دین اور میری سنت کو زندہ
کر دے گا) (الزقب ۱۲) اور اسی بات کے پیش نظر حضرت امام جعفر الصادقؑ نے امام

صاحب کو دیکھتے ہی فرمایا ”کانی انظر الیک وانت تحیی سنة جدی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما اندرست، وتكون مفزعاً لكل ملهوف، وغیثاً لكل مهموم بک، یسلک المتحیرون اذا وقفوا، وتهدیهم الی واضح الطريق اذا تحيروا، فلک من اللہ العون والتوفیق، حتی یسلک الربانیون بک الطريق“ (میں آپ کے بارے میں ایسے محسوس کرتا ہوں کہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جو میرے نانا کی سنت کو معدوم ہو جانے کے بعد زندہ کرنے والے ہیں اور آپ ہر مظلوم کی داد رسی اور ہر پریشان حال کی غمگساری کرنے والے ہیں اور علمی مویشی گانیوں میں پھنس جانے والوں کی راہنمائی اور غم کے میدان حیرت میں پریشان لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسی توفیق اور نصرت دی گئی ہے کہ اللہ والے بھی آپ کی وجہ سے راہ ہدایت حاصل کرتے رہیں گے) (المنائب ۲۰)

اور تمام دینی علوم کی تدوین اول امام اعظم کے ذریعے ہوئی اور آپ کی سب سے بڑی خصوصیت جو محدثین اور ائمہ اربعہ میں سے کسی اور کو حاصل نہیں ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسب فیض کیا اور ان سے احادیث مبارکہ سنیں اور اپنے صحابہ کرام سے جو احادیث سماعت فرمائیں ان میں سے تیس احادیث مبارکہ کا یہ مجموعہ ہے جو مستند حوالہ جات کے ساتھ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ اگرچہ امام صاحب سے ان روایت کو نقل کرنے والے راویوں کے کئی طرق ہیں جس کے حوالہ جات دیے جا رہے ہیں ضرورت پڑنے پر ان کی طرف مراجعت فرمائی جاسکتی ہے اور انہی طرق کے پیش نظر ملا علی القاری نے امام صاحب سے اربعین نقل کی ہے جو عمومی دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ لہذا اعم حدیث کے میدان میں پہلی کاوش ہے جس میں کسی امام کے ان احادیث و جمع کیا گیا ہے جو براہ راست صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں اور یہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ مبارک مجموعہ اس امید کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت

عشرین لابی حقیقہ ————— ۹

نبویہ کے وسیلہ جلیلہ سے دونوں جہانوں میں سعادت نصیب فرمائے اور اس نیک عمل کی اشاعت کرنے والوں، اس کو پھیلانے والوں اور اس کی ترویج و اشاعت میں معاونت کرنے والوں اور ان کے والدین، زندوں اور مردوں کو تمام انبیاء اولیاء اور فقہائے امت کی شفاعت نصیب فرمائے اور نبی علیہ السلام کے قول

”نصر اللہ امرء اسمع مناشی قبلہ“

اللہ تعالیٰ خوش و خرم رکھے اس شخص کو جو میری باتیں سنے اور ان کی حفاظت کرے اور انہیں دوسروں تک پہنچائے (کا مصداق بنائے۔

مفتی رشید احمد علوی

مقدمہ

حضرت امام ابوحنیفہ بطور محدث

حامداً ومصلياً وتسليماً امام الآئمہ، سراج الفقہاء، محدث و مفسر، متکلم و مفکر حضرت امام ابوحنیفہ کہ نام نامی واسم گرامی اُن کا نعمان بن ثابت تھا۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب نوشیروان بادشاہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباء آزاد اور حاکمان وقت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسند علم کی شاہی عطا کی اور دنیا کے بڑے حصے کو علم میں آپ کا عیال بنا دیا۔ آپ کا نسب بلند تھا، مقام علم اور مرتبہ فکر بلند تر بھی تھا اور ارجمند بھی۔ علم میں آپ عظمت کا مینار تھے۔ سچائی میں آپ خود حق کا معیار ٹھہرے تھے۔ آپ کے نسب کے متعلق تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں خطیب بغدادی میں سے روایت ہے:

”ابن امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل نے کہا کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان فارس کے ابنائے احرار میں سے ہوں اور خدا کی قسم ہم پر کبھی رِق واقع نہیں ہوئی۔ میرے دادا ابوحنیفہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور پردادا میرے یعنی ثابت صغریٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے اور حضرت علی نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں برکت کی دعا کی اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ تحقیق خدا تعالیٰ نے حضرت علی کی دعا ہمارے حق میں قبول کی۔“

(فقیر محمد جمہلی، حدائق الحنفیہ: صفحہ ۴۲)

حضرت امام ابو حنیفہ نے آخر صحابہ اور اول تابعین کا دور پایا۔ آپ کا زمانہ ۸۰ ہجری تا ۱۵۰ ہجری کا ہے۔ اس دور میں بہت سے صحابہ کے زندہ ہونے کا پتا چلتا ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے سو سال بعد تک زندہ رہے۔ بعض اس پر ایک، بعض دو اور بعض تین سال کا اضافہ کرتے ہیں۔ آپ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور مرجع خلافت تھے۔ صحابہ کرام کے آخری عہد کا تعین کرتے ہوئے مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

”اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبر کی زندگی کے نمونوں کی قولاً وفعلاً کمال ایک صدی تک حضرت انس رضی اللہ عنہ امت میں اشاعت کرتے رہے۔ اسی طرح یہ بھی مانا گیا ہے کہ ہر ماس بن زہاد صحابی رضی اللہ عنہ ایک سو بارہ سال تک اور محمود بن ربیع صحابی رضی اللہ عنہ ایک سو نو سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہے ہیں۔ چوتھے صحابی اس سلسلے کے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ ہیں جن کا نام عامر بن واثلہ ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ آخری صحابی ہیں جن پر صحابہ کا دور ختم ہوا۔“ (مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث، صفحہ: ۱۳۵)

مولانا مناظر احسن گیلانی کے دعوے کی تصدیق حافظ ابن حجر کی فتح الباری میں مروی اس روایت سے ہوتی ہے جو انھوں نے ایک ثقہ راوی جریر بن حازم سے نقل کی۔ جریر بن حازم نے یہ چشم دید شہادت بیان فرمائی:

كنت بمكة سنة عشر ومائة فرأيت جنازة فسالت عنها
فقال ابو الطفيل (ج ۷، صفحہ: ۱۱۰)

”میں ۱۱۰ھ میں مکہ معظمہ میں تھا، اسی زمانہ میں میں نے ایک جنازہ دیکھا، دریافت کیا یہ کن کا جنازہ ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ ابو الطفیل

(صحابی) کا جنازہ ہے۔“

مولانا مناظر احسن گیلانی نے مذکورہ بالا چار صحابہ کے علاوہ تیس صحابہ کی فہرست پیش کی ہے جو ۸۰ تا ۱۰۰ھ کے درمیان زندہ سلامت تھے۔ ان میں سے بیشتر صحابہ کرام مدینہ اور کوفہ میں مقیم تھے۔ گویا یہ بات بالبداهت ثابت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ صحابہ کرام کے آخری زمانہ میں پیدا ہوئے اور تربت پائی۔ یہ بات بھی شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ صحابہ کرام مرجع خلافت تھے اور اُمت کے لیے مقتدا و پیشوا کا مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ اس لیے یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ لوگ طلب علم لیے ان کے حضور حاضر ہوئے، ان کی زیارت سے مشرف ہوتے اور ان سے علم میں استفادہ کرتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ بھی طلب علم کے جذبات لیے اپنے عہد کے صحابہ کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے مستفید ہوئے، ان کی نگاہِ کیمیا اثر سے فیض پایا اور خود امامِ آئمہ کے مقام و مرتبہ پر فائز ہوئے۔

حضرت الامام نے ہوش سنبھالتے ہی ضروری علم کے حصول کے بعد خرید و فروخت میں مشغولیت اختیار کی، مگر امام شعی نے آپ کو دیکھا کہ آپ میں ہونہاری اور سعادت مندی ہے۔ آپ کی طبیعت میں ذکاوت و ذہانت موجود ہے، گویا:

بالائے سرش ز ہوش مندی

می تافت ستارہ بلندی

کی کیفیت ملاحظہ کی تو آپ کو کمال علم کے حصول کے لیے رہبری کی۔ آپ نے حصول علم میں مشغولیت اختیار کی اور علم کلام میں وہ کمال پیدا کیا کہ آپ اس علم میں مشارِ الیہ ہو گئے۔ آپ نے دیکھا کہ علم کلام فکر بلند تو رکھتا ہے۔ اس میں جدت و جودت کے امکانات بھی موجود ہیں۔ اس میں تفسر و تخیل کی جولا نگاہ تو بہت وسیع ہے، مگر عمل صالح کا دار و مدار تو صرف اور صرف فقہ و حدیث پر ہے۔ چنانچہ آپ نے ان علوم کی طرف توجہ کی۔ آپ کی طبع سلیم اور فکر عمیق نے ان علوم میں بھی کمالات کی طرف رہنمائی کی اور آپ نے

ان علوم کو ترقی دی اور ان کی تدوین و ترتیب، ان کے اصول و فروع کے تعین سے انھیں مکمل اور وسیع علوم بنادیا۔

حضرت الامام کی اُچّ Originality اور تخلیقی جوہر علم کلام میں بھی نمایاں ہوئے تھے اور آپ نے اس علم میں ایسی کتب تصنیف فرمائیں کہ اس علم کا طالب ان تصانیف سے اعتناء کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ علم کلام کو عقائد سے نسبت کی بنا پر فقہ اکبر کہا جاتا ہے۔ حضرت الامام نے علم کلام پر فقہ اکبر کے نام سے ہی ایک تصنیف یادگار چھوڑنے کے علاوہ متعدد دیگر رسائل رقم فرمائے جن پر بحث کا یہ محل نہیں۔

حضرت الامام فقہ میں امام ہی نہیں امام اعظم کا درجہ رکھتے ہیں۔ امام کسی ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے خلاق ذہن اور عمیق فکر سے کسی علم کے اصول و مبادی طے کرے اور ان اصول و مبادی کی بنا پر اس کے فروع متعین کرے۔ حضرت الامام امت محمدیہ میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہ کو باقاعدہ اور باضابطہ ایک علم کا درجہ دیا۔ اس کے اصول و فروع متعین کیے اور اپنی ذہانت و جودت سے اس علم کی وسعتوں کا احاطہ کیا۔ آپ اس لحاظ سے امام ہیں اور امام اعظم اس لیے کہ دوسرے آئمہ مجتہدین نے آپ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا۔ آپ کے بحرِ فکر کے موتی اور مرجان ان آئمہ کے ہاں بھی اپنی تب و تاب دکھا رہے ہیں۔ حضرت الامام کے شاگردوں میں حضرت امام محمد شیبانی رحمہ اللہ بہت اہم اور بہت معروف ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ انھی حضرت والا کے شاگرد تھے اور حضرت امام احمد بن حنبل حضرت امام شافعی کے شاگرد رشید۔ گویا حضرت الامام سے استفادے کا دائرہ دوسرے آئمہ مجتہدین تک وسیع ہے۔

حضرت الامام نے فقہ کا دائرہ تمام زندگی تک وسیع رکھا ہے۔ آپ کے شاگرد حضرت امام محمد شیبانی نے آپ کی فقہ کو مختلف تصانیف میں مدون و مرتب کر دیا ہے۔ آپ کی کتب سے فقہ اسلامی اور حضرت الامام کی فکر کی وسعت کا پتا چلتا ہے۔ انسان یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے کہ یہ سب علماء دوسری صدی ہجری میں قانون بین الاقوام پر بحث کر رہے تھے جب

دوسری دنیا ان باتوں سے مکمل بے خبر تھی۔

حضرت امام محمد کی تصانیف کی تحسین و تصویب میں اہل علم نے بہت کچھ کہا ہے۔ یہ تصانیف حضرت امام ابو حنیفہ کی فقہ پر مشتمل ہیں۔ اس لیے ان کی تحسین بالواسطہ حضرت امام ابو حنیفہ کی تحسین ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک احبار نصاریٰ نے بہت سے علماء اسلام سے ملاقات کی تھی اور مسلمان نہ ہوا تھا۔ جب امام محمد نے جامع کبیر کو تصنیف کیا تو وہ اس کا مطالعہ کر کے فوراً مسلمان ہو گیا اور کہا کہ اگر یہ پیغمبری کا دعویٰ کرتے اور معجزہ اس کتاب کو پیش کرتے تو کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا اور سب پر ایمان لازم ہوتا۔

حضرت امام ابو حنیفہ کی فقہ کو تمام عالم میں عزت و وقار حاصل ہے۔ دانا یا ان مشرق و مغرب نے آپ کی فقہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ایسے علماء جو خود صاحب مذہب تھے، آپ کی بے حد تحسین کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص فقہ کا ارادہ کرے، اس کو امام ابو حنیفہ کے اصحاب کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ کیونکہ معانی قرآن و حدیث کے انھیں کو میسر ہوئے ہیں اور خدا کی قسم میں امام محمد کی ہی کتابوں سے فقیہ ہوں۔“ (حدائق الحسینہ، صفحہ: ۱۵۳)

فقہ حنیفہ کو وسعت اور عمق دونوں میسر ہیں۔ حضرت الامام کی نگاہ بار یک ہیں بھی تھی اور دقیقہ رس بھی۔ آپ قریب اور دور کے معاملات کو یکساں قابلیت اور صلاحیت سے دیکھ سکتے تھے۔ آپ کے مناقب بے شمار ہیں۔ خصوصاً آپ کی فقہ کے حوالے سے تو آپ دنیا بھر کے مدوح ہیں۔ اس لیے آپ بعض لوگوں کے محسود بھی رہے۔

اس حسد کا نتیجہ ہے کہ آپ کی فقہ میں قیاس کو خصوصی طنز و تشنیع کا ہدف ٹھہرایا گیا۔ کہا گیا کہ دوسرے آئمہ فقہ الحمد للہ تھے جبکہ آپ اہل الرائے۔ یہ درست کہ آپ اہل الرائے بھی تھے اور صائب الرائے بھی، مگر اس کا یہ مفہوم نہیں کہ آپ نص کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے تھے۔ ایسا کیوں کر ممکن ہو سکتا تھا۔ آپ کا عہد صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم

اجمعین کا دور آخر ہونے کے سبب خیر القرون سے قریب تر تھا۔ اس عہد میں حدیث رسول خوشبو کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ پھر آپ کا زمانہ ایسا تھا کہ ایک ہی حدیث کی ایک سے زیادہ سندات سے تائید و تصدیق ممکن تھی۔ یہ دور ایسا تھا کہ ابھی وضع حدیث کے فتنے کو جنم لینے میں ایک مدت باقی تھی۔ اس لیے ایسے زمانے میں نص کے مقابل پر انحصار کرنے کی کوئی وجہ موجود نہ تھی۔ ہاں حضرت الامام کے زمانے میں بھی بعض لوگوں نے اس قسم کی گمراہ کن افواہ پھیلائی، مگر یہ افواہ نہ تب اہل علم کے ہاں بارپاسی، نہ اب پاسکتی ہے۔

حضرت الامام پر جب بھی یہ الزام عائد کیا گیا، کسی نہ کسی اہل علم اور اہل دانش و بینش نے اس کی تردید و تغلیط کی۔ مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ جب فقیہ مدینہ محدث حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت الامام کے حاسدوں کو ان کے حق میں طعن کرتے سنا تو یہ قطع ارشاد فرمایا:

حسد و الفتی اذ لم ینالہ سعیه

فالقوم اعداء له وخصوم

”لوگوں نے اُس شخص سے حسد کیا، جب وہ اس کی سعی کو نہ پاسکے۔“

پس ایک گروہ اُس کا دشمن اور خصومت رکھنے والے ہیں۔

الضرائر لحسناء قلن لوجهها

حسدوا بعضاً انه بدمیم

بعض کو حاسد بنا دیا۔ بے شک وہ لوگ ذمیم ہیں۔

مسند خوارزمی میں ہی لکھا ہے کہ خطیب بغدادی نے حضرت الامام پر جو اعتراض عاید کیے ہیں، اُن میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ آپ حدیث پر عمل کرنے کی بجائے اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، دراصل یہ اعتراض اُس شخص کا ہے جو فقہ سے کچھ بھی نہیں جانتا۔ جو شخص فقہ کی خوشبو سونگھ سکتا ہے وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ حضرت الامام اعلم الناس اور متبع حدیث تھے۔ مسند خوارزمی میں اس پر تین دلائل پیش کیے گئے ہیں:

(۱) حضرت الامام حضرت امام شافعی کے برعکس احادیث مراسل کو بھی

حجت جانتے ہیں اور انھیں قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔

(۲) قیاس کی چار اقسام ہیں۔ حضرت الامام صرف ایک قسم کو جائز رکھتے

ہیں جبکہ تین کو ترک کرتے ہیں۔ ان کے برعکس حضرت امام شافعی

چاروں اقسام کو جائز اور روار رکھتے ہیں۔

(۳) حضرت الامام ضعیف حدیث کے مقابلے پر قیاس کو ترک کرتے

ہیں، جبکہ امام شافعی کا عمل اس سے مختلف ہے۔

خطیب بغدادی وغیرہ کو غلط فہمی اس لیے ہوئی جب انھوں نے دیکھا کہ حضرت امام

ابو حنیفہ نے بعض احادیث پر عمل نہیں کیا جنہیں امام شافعی نے اخذ کیا تھا۔ اس بنا پر انھیں غلط

فہمی ہوئی اور ان کے اعتراضات کو متعصب ذہن کے لوگوں نے خوب شہرت دی۔ حقیقت

یہ ہے کہ حضرت الامام نے اگر حضرت امام شافعی کی اخذ کردہ احادیث کو ترک کیا تھا تو انھیں

قیاس کی بنا پر نہیں، دوسری احادیث کی بنا پر ترک کیا تھا۔ فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں:

”جب ایسا ہوا کہ جن حدیثوں سے امام شافعی نے دلیل پکڑی ہے،

امام ابو حنیفہ نے اُن سے استناد نہیں پکڑا تو لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ

امام ابو حنیفہ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے، حالانکہ یہاں بہ نسبت

اُن کے صحیح تر و قوی تر دیگر احادیث ہیں کہ جن سے امام ابو حنیفہ نے

اخذ اور تمسک کیا ہے اور ان کی رو سے احادیث متمسک امام شافعی کو

ترک کیا ہے اور امام ابو حنیفہ کی متمسک احادیث اکثر صحیحین میں ہیں

اور اس بات کو علماء نے بالتفصیل بیان کیا ہے۔۔۔ اس بیان کی قوی

دلیل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب اکثر امام احمد کے مذہب (جس

کے بنیاد تہاتم احادیث اور اخذ ظواہر پر ہے) موافق ہے۔“ (حداائق

الحنفیہ، صفحہ: ۱۱۸، ۱۱۹)

حضرت الامام پر ترک احادیث کا الزام دراصل وہ بہتان ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ بعض علماء کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اس کی شہرت جہلاء کے تعصب اور کینہ کا۔ اگر تحقیق کی نظر اور دل کی بصیرت سے دیکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت الامام کی فقہ تمام کی تمام نصوص پر مبنی ہے۔ حدیث کا جس قدر پاس اور لحاظ فقہ حنفی میں پایا جاتا ہے، کہیں اور کم کم ملے گا۔ یہاں تو اشارات حدیث تک کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ حضرت الامام کو ہمیشہ اس بات پر اصرار رہا کہ قرآن و سنت پر عمل کیا جائے اور صرف حدیث کی عدم موجودگی میں قیاس کیا جائے۔ وہ اکثر قیاس کے مقابلے میں ضعیف حدیث کو بھی قبول کرتے اور قیاس کو ترک کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی یہ روایت بہت بامعنی اور مفید ہے کہ آپ نے حضرت سفیان ثوری کو فرماتے سنا:

”امام ابو حنیفہ حصول علم میں بہت زیادہ جستجو کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے محرّمات سے بچنے والے تھے۔ آپ اس بات میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے کہ کسی حرام چیز کو حلال قرار دیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ پہلے نمبر پر جو آپ کے استدلال کی بنیاد ہوتی، وہ ایسی حدیث ہوتی جو ثقہ راویوں سے مروی ہو۔ اس کے بعد دوسرا نمبر رسول اللہ کا کوئی عمل جو آپ کو معلوم ہو جاتا اور اگر آپ کو کوئی ایسی حدیث یا عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ملتا تو آپ دیکھتے کہ علماء کوفہ کا اس بارے میں کیا عمل ہے۔ اس پر اپنی فقہ کی بنیاد رکھتے تھے، کیونکہ علماء کوفہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔“

حضرت الامام کا مسلک کس حد تک حدیث رسول سے مطابقت رکھتا ہے، اس سلسلے میں بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہاں ایک واقعہ کا تذکرہ بہت مفید ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد طاہر پنچ پیری رحمہ اللہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ اُن کے استاذ شیخ

القرآن حضرت مولانا حسینی علی الوالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حدیث ایک نئے اور مختلف انداز میں پڑھائی۔ آپ لکھتے ہیں:

”آپ نے صحاح ستہ نکالیں اور فرمانے لگے ایک ایک مسئلہ میں ان کتابوں کو دیکھو۔ مثلاً باب وضو اور اس کی کیفیت۔ تم سب کتابوں کو اس کے لیے دیکھو کہ اس بارے میں کل روایات کتنی ہیں۔ بخاری میں کتنی، مسلم میں کتنی اور ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں کتنی، پھر ان سب روایات میں کون سے الفاظ ہیں جن پر روایات کا اتفاق ہے اور کون سے الفاظ پر روایات کا اتفاق نہیں کہ بعض روایات یہ الفاظ ذکر کرتے ہیں جبکہ بعض روایات دیگر الفاظ دہراتے ہیں۔ اب جن الفاظ پر روایات کا اتفاق ہے، وہ مذہب ہے امام ابوحنیفہ کا۔ حضرت شیخ ہدایہ نکالتے کہ دیکھو متن ہدایہ یعنی بدایۃ المبتدی جو قدوری اور جامع صغیر کو اکٹھا کر کے ایک متن بنایا گیا ہے۔ (بقیۃ الآثار من احیاء المستعار، صفحہ ۲۷)

حضرت الامام کے مسلک میں حدیث کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اندازہ موطا امام محمد کی آخری حدیث اور اس پر حضرت امام محمد کے تبصرے سے ہو سکتا ہے۔ حدیث اور تبصرہ دیکھئے اور سوچیے کہ حضرت امام جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے احکام و فرامین میں موجود اشارات کا کس قدر لحاظ کرتے اور کس طرح احکام رسول و فرامین آنجناب کو مد نظر رکھتے:

”عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اے مسلمانو تمھاری مدت حیات و بقا دیگر گزشتہ اُمّتوں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسا کہ عصر کی نماز سے مغرب تک کا وقت۔ گویا تمھاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال یوں بیان ہو سکتی ہے کہ ایک شخص نے کسی کام کے لیے چند مزدوروں کو رکھا اور کہا کہ تم میں سے کتنے ایسے ہیں کہ جو صبح سے دوپہر ڈھلنے تک کام کریں اور ایک قیراط لیتے رہیں۔ چنانچہ یہود نے اس کی تعمیل کی۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ اب تم میں ایسے کتنے ہیں جو دوپہر ڈھلنے سے عصر کے وقت تک اتنی ایک کام پر رضا مند ہوں۔ اس کو نصاریٰ نے منظور کر لیا۔ پھر اس نے کہا اب کون ہے جو فقط عصر کی نماز سے مغرب تک

کام کرے اور دو قیراط اجرت لے لے (اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) یاد رکھو تم لوگ ہو کہ تم نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور دو قیراط ملے۔ یہود و نصاریٰ اس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہمارا کام زیادہ اور مزدوری کم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مزدوری تمہاری مقرر کی گئی تھی اس کے دینے میں تو کچھ کمی نہیں کی۔ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر مالک نے جواب دیا۔ پھر اس کے آگے میرا فضل ہے۔ اس میں سے جتنا چاہوں دوں۔

اس روایت کو نقل کر کے امام محمد نے اس پر استدلال کیا کہ عصر کو ذرا تاخیر سے پڑھنا جدی پڑھنے سے افضل ہے۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بات بتلا دی کہ ظہر اور عصر کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کے درمیان وقت سے زیادہ ہونا چاہیے۔ اب جو شخص عصر میں زیادہ غلبت کرے گا تو اس کے مسلک پر ظہر اور عصر کی نمازوں کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کی نمازوں کے درمیانی وقت سے کم ہوگا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ عصر میں تاخیر ہونی چاہیے، لیکن عصر کی تاخیر اس تعیل سے اس وقت تک بہتر ہے جب تک سورج سفید اور صاف ہو یعنی زردی بالکل نہ آئی ہو۔ چنانچہ یہی مذہب امام ابو حنیفہ اور ہمارے عام فقہار رحمہم اللہ کا ہے۔ (مولانا شاہ عبدالعزیز، بستان المحمدین، صفحہ ۴۷)

ہاں البتہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت الامام کا معیار حدیث بہت کڑا تھا۔ اگر آپ کے معیار پر صحیح کی احادیث کو جانچا جائے تو ان کی تعداد نصف ہو جائے گی۔ آپ روایت بالمعنی کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ آپ صرف اس حدیث کو تسلیم کرتے تھے جس کے راوی کو سماعت سے روایت تک تمام الفاظ حدیث حفظ رہے ہوں۔ حضرت الامام کو اللہ جل جلالہ نے امت مسلمہ میں مقتدا و پیشوا کا مقام عطا فرمایا۔ آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی بیش بہا خدمت کی، آپ کی حدیث جمع کیں اور ان سے قوانین اخذ کئے۔ یہ سب کچھ تو فیک الہی سے میسر آیا۔ آپ کی شخصیت کو یہ محبوبیت قدرت الہی کا کرشمہ ہے۔ آپ کی ذات ہر دور میں مرجع خلائق رہی ہے۔ ہر دور کے اہل علم نے آپ کو بے حد

عزت و احترام سے یاد کیا اور آپ کے علوم سے استفادہ کیا۔

آپ کو یہ محبوبیت و مرجعیت اس لیے حاصل ہوئی کہ آپ کی ولادت باسعادت کی بشارت خود سید العرب والعجم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

سَيَكُونُ رَجُلٌ يَقَالُ لَهُ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ وَيَكُنَى بِأَبِي حَنِيفَةَ يَحْيَى

دین اللہ تعالیٰ و سنتی

’عنقریب ایک شخص ہوگا کہ نعمان بن ثابت کہا جائے گا۔ اُس کی کنیت ابو حنیفہ

ہوگی، وہ اللہ کا دین اور میری سنت کو زندہ کرے گا۔‘ (المنائب: ۱۲)

اس مفہوم کی احادیث بہت سے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔

ان صحابہ کبار میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس

ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ شامل

ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور عرض کیا:

السلام علیکم یا صحابی الرسول

تو جواب میں سیدنا انس ابن مالک نے ارشاد فرمایا:

وعلیکم السلام یا بشارۃ الرسول

اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کو وہ دو کھجوریں عنایت فرمائیں جو

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عنایت کی تھیں تاکہ جب آپ کی ملاقات ہو تو

یہ کھجوریں ابو حنیفہ کو دی جائیں۔ علماء اُمت نے حضرت امام ابو حنیفہ کو امام بخاری اور امام

مسلم کی اس متفق علیہ حدیث کا مصداق بھی ٹھہرایا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

”مجھ کو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ دین اگر

شریاء کے ساتھ معلق ہو جائے گا تو اس کو ضرور ابنائے فارس سے ایک

شخص لے آئے گا۔“

جمہور علمائے اُمت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ ہی اس حدیث کا مصداق ہیں اور وہی رجل فارس ہیں جن کے بارے میں سچے خبر دینے والے نے خبر دی کہ اگر ایمان ثریا پہ ہو تو وہ رجل فارس وہاں سے لے آئے گا۔

ذخیرہ احادیث میں بہت سی احادیث روایت کی گئیں جن کا مصداق حضرت امام ابو حنیفہ کی ذات گرامی بنتی ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ اس سلسلے کی صرف دو احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

۱- حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب کو فرماتے سنا کہ میں تمہیں ایسے آدمی کے بارے میں آگاہ نہ کروں جو تمہارے اس شہر کوفہ میں پیدا ہوگا اور جس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی اور اس کا دل علم و حکمت سے معمور ہوگا اور آخر زمانے میں ایک قوم انہی کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا ہوگی کیونکہ اس قوم کی خاصیت یہ ہوگی کہ وہ ان کو برے القابات سے اسی طرح یاد کرنے کے عادی ہوں گے جیسے روافض حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی برائی کرنے کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا ہوئے۔

۲- حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عنقریب ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جس کا نام نعمان بن ثابت اور کنیت ابو حنیفہ ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور مری سنت کو زندہ کرے گا۔“

انہی اقوال و احادیث کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق نے آپ سے ملاقات کی تو آپ کو دیکھتے ہی فرمایا:

آپ کو دیکھتے ہی مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جو میرے نانا کی سنت کو معدوم ہو جانے کے بعد زندہ کرنے والے ہیں اور ہر مظلوم کی داد رسی اور ہر

پریشان حال کی غمگساری کرنے والے ہیں اور علمی موشگافیوں میں پھنس جانے والوں کی راہنمائی اور علم کے میدان حیرت میں پریشان لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اہل علم بھی آپ کی وجہ سے راہ ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ حضرت الامام کے متعلق احادیث کا شمار کیا جائے تو وہ تعداد میں ہیں جو متعدد طرق سے روایت کی گئی ہیں۔ انھیں غیر احناف کے طریقے پر دیکھا جائے تو یہ درجہ شہرت میں آ جاتی ہیں۔ ان احادیث کی متعدد اہل علم اور محدثین کرام نے توثیق کی ہے اور انھیں اپنی اسناد متصلہ میں بیان کیا ہے، لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت امام ابو حنیفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور بشارت کا مصداق تھے۔ آپ سے حضور کے دین کو بیش بہا فائدہ ہوا اور امت مسلمہ آپ کی زیر بار احسان ہے۔

حضرت الامام اور سترہ احادیث کا افسانہ:

حضرت الامام کے بارے میں ابن خلدون کی اس روایت کو بعض لوگوں نے بہت شہرت دی ہے کہ اُن سے سترہ احادیث مروی ہیں۔ یہ روایت مولانا صدیق حسن خاں قنوجی ثم بھوپالی نے ابجد العلوم میں نقل کی ہے اور وہاں سے اُن کے اتباع نے نقل در نقل کر کے شہرت دی ہے اور بعض جہلاء نے اس پر جاہلانہ حاشیہ آرائی بھی کی ہے۔ محققین تو سترہ کو کاتب کی غلطی ٹھہراتے ہیں۔ ان کے خیال میں مصنف سات سو لکھنا چاہتے تھے، مگر کاتب نے نقل کرتے ہوئے سات سو (سبع مائة) کو (سبعہ عشرہ) سترہ بنا دیا۔ دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ سترہ حدیث کا دعویٰ مراد ہوتا ہے تو وہ انھیں حدیث میں یقیناً قلیل البصاعت قرار دیتے، مگر ابن خلدون نے حضرت الامام کو مجتہدین فی الحدیث میں شمار کیا ہے۔ نیز انھوں نے اُن لوگوں کی سختی سے تردید کی ہے جو حضرت الامام کو حدیث میں قلیل البصاعت خیال کرتے ہیں۔

حضرت الامام سے سترہ احادیث کی روایت عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔ اُن سے مروی پندرہ مسانید کے علاوہ ایسی بہت سی کتب احادیث ہیں جن میں آپ سے روایت

کی گئی احادیث بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً حضرت امام محمد کی موطا، کتاب الآثار، کتاب الحج اور سیر کبیر، حضرت امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور امالی نیز مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق نیز دارقطنی، بیہقی، طحاوی اور حاکم کی تصانیف میں حضرت امام ابو حنیفہ سے بسند متصل بے شمار احادیث موجود ہیں۔ اس پر یہ دعویٰ کہ آپ سے صرف سترہ احادیث منقول ہیں اور اس تحدی سے جیسے یہ دعویٰ حرفِ آخر ہے۔ اس پر یہی کہا جاسکتا ہے:

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

حضرت ابن حجر کے بیان کے مطابق حضرت الامام کے چار ہزار مشائخ تھے جن میں سے تین سو کے قریب مشائخ کا تذکرہ مسانید میں ہی موجود ہے۔ اب سترہ احادیث کے افسانے کے بارے میں کیا کہا جائے:

بایں عقلی دانش باید گرینت

کچھ باتیں بدیہات میں سے ہوتی ہیں جن کا انکار ممکن نہیں۔ حضرت الامام نے صحابہ کا زمانہ پایا۔ اُس عہد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال سے کون اہل علم ہوگا جو بے خبر ہوگا۔ اگر اُس عہد کے لوگوں، خصوصاً اہل علم کو حدیث میں قلیل البہاعت ثابت کر دیا جائے تو عہد مابعد میں احادیث کا وجود کس قدر غیر معتبر اور غیر مستند ٹھہرتا ہے۔ قابل غور بات ہے کہ سترہ احادیث کے افسانے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور اس افسانے کا مآل کیا ہے۔

حضرت الامام کے بارے میں غیر مقلدین کی آراء:

بعض علماء جو عدم تقلید کے قائل تھے، مگر منصف مزاج ہونے کے سبب نہ صرف حضرت الامام پر نقد کو ناپسند کرتے تھے، بلکہ ان کے مداح اور عقیدتمند تھے۔ یہ علماء آپ کی عظمت، فکر، وسعت علم، جرأت کردار، تقویٰ، لہیت اور تقرب الی اللہ کے قائل تھے۔ اس سلسلے میں چند علماء کے اقوال و واقعات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

غیر مقلد حضرات علامہ شوکانی کے ہاں واسطہ شاگرد ہیں۔ علامہ شوکانی حضرت الامام کے مخالف تھے، مگر آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

یاخذ بما صح عنده من الاحادیث التي كان يحملها الثقات
 باو بالآخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم
 امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ احادیث صحیح ہوتی تھیں جن کو ثقہ راوی ثقہ راویوں سے
 روایت کرتے تھے اور اس حدیث کو اپنے عمل کی بنیاد بناتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا آخری عمل ہوتا۔

مولانا عبد الجبار غزنوی کا یہ واقعہ بہت اہم ہے اور اکثر ثقہ حضرات نے نقل بھی کیا
 ہے کہ ایک طالب علم عبد العلی نامی مولانا عبد الجبار غزنوی کے ہاں پڑھتا تھا۔ اس نے
 کہیں جوش غیر مقلدیت میں کہہ دیا کہ میں امام ابو حنیفہ سے بڑا عالم ہوں کہ انھیں سترہ
 حدیثیں یاد تھیں، مجھے اس سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ مولانا عبد الجبار غزنوی کو پتا چلا تو اس
 طالب علم کو بلایا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور اسے فوراً در سے نکل جانے کا حکم
 صادر فرمایا۔ آپ نے فرمایا ”مجھے یوں لگتا ہے کہ یہ عنقریب مرتد ہو جائے گا۔ چند دن بعد
 یہ طالب علم (عبد العلی) مرتد ہو گیا۔ کسی نے مولانا عبد الجبار غزنوی سے پوچھا کہ آپ کو یہ
 کیسے معلوم ہوا کہ یہ مرتد ہو جائے گا تو فرمایا مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد آ
 گئی تھی:

من عادلی ولیاً فقد آذنته بالحرب

چونکہ حضرت امام ابو حنیفہ ولی اللہ تھے اس لیے اس شخص سے اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ
 ہو گیا تھا، اس لیے یہ یقینی امر تھا کہ یہ مرتد ہو گا۔

حضرت میاں نذیر حسین دہلوی معیار الحق میں آپ کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

امامنا وسيدنا ابو حنيفة النعمان افاض الله عليه شايب العفو
 والغفران.

حضرت الامام کے مخالفین کے بارے میں حضرت میاں نذیر حسین کا یہ قول ہمیشہ یاد
 رکھے جانے کے قابل ہے۔

الناس في ابى حنفيه حاسد او جاهل

یعنی حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں بری رائے رکھنے والے یا تو حاسد ہیں یا جاہل

حضرت الامام بطور محدث:

حضرت الامام علم کلام، فقہ اور احادیث میں مرتبہ امامت پر فائز تھے۔ علم الکلام کو آپ نے ابتداء میں مرکز توجہ بنایا اور صاحب تصنیف ہوئے۔ پھر آپ نے فقہ و حدیث پر توجہ کی اور دنیا بھر کے لوگوں کے مرجع بنے۔ آپ کے تابعی ہونے پر علماء اُمت کا اتفاق ہے۔ خطیب بغدادی جو امام صاحب پر نقد کرنے والوں میں معروف ہیں، نے بھی آپ کی روایت صحیحہ (زیارت) کا اقرار کیا ہے۔ ہاں روایت سے انکار کیا ہے۔ ان کے برعکس کبار علماء نے روایت اور روایت دونوں کا اقرار کیا ہے۔ یعنی آپ نے صحابہ کو دیکھا بھی تھا اور ان سے روایت بھی کی تھی۔ آپ کے علم حدیث کے متعلق علماء اُمت نے بہت اچھے لفظوں میں آپ کی تحسین فرمائی ہے۔ شامی میں لکھا ہے کہ آپ حدیث میں امام تھے کیونکہ آپ نے عم حدیث چار ہزار مشائخ حدیث سے اخذ کیا تھا۔ ذہبی نے آپ کو حفاظ محدثین میں ذکر کیا ہے۔ ابن حجر نے خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ خطیب اسرائیل بن یوسف روایت کرتے ہیں کہ کوئی مثل ان کے حافظ ان احادیث کا جن میں فقہات ہے اور ان کے منطوق و مفہوم کا اعلم نہ تھا۔ آپ نے حفظ حدیث اور فقہ کو یکجا کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ابن حجر نے قلائد میں لکھا ہے کہ محدث اعمش نے آپ سے کچھ مسائل پوچھے۔ آپ نے احادیث سے ان کا جواب دیا۔ اس پر اعمش نے کہا:

”اے گروہ فقہاء تم طیب ہو اور ہم عطار ہیں۔ یعنی صرف راویوں

کے نام اور الفاظ پہچانتے ہیں اور تم ان کے معنی جانتے ہو۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے پاس کئی صندوق تھے جن میں انھوں نے احادیث جمع کر رکھی تھیں اور آپ کے مشائخ صحابہ کے علاوہ تین سونے بعین تھے۔ آپ کے مشائخ چار ہزار تھے اور آپ کی مسند کو روایت کرنے والے پانچ سو تھے۔

ایک دفعہ لوگ اپنے اپنے امام کی فضیلت بیان کر رہے تھے کہ ابو عبد اللہ بن ابی حفص

نے کہا کہ ان آئمہ کے مشائخ کا شمار کرو جس کے زیادہ ہوں گے وہی افضل ہوگا۔ جب ان کے مشائخ گئے گئے تو امام شافعی کے اسی مشائخ تھے اور امام ابوحنیفہ کے چار ہزار مشائخ تھے۔ ایک دفعہ خیفہ منصور کے سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ نے اصحاب حضرت عمر بن خطاب سے جو حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں، اصحاب حضرت علیؓ سے جو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں اور اصحاب عبداللہ بن مسعود اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے جو اپنے اپنے اصحاب سے روایت کرتے ہیں، علم حاصل کیا۔ بہت سے مشائخ حدیث نے آپ سے حدیث کی روایت کی۔ ان میں عبداللہ بن یزید المقرئی اور فضل بن دکین نے روایت کی جو امام بخاری کے مشائخ حدیث ہیں۔

شامی میں لکھا ہے کہ ابن حجر نے بعض آئمہ سے روایت کی ہے کہ اسلام کے مشہور آئمہ میں کسی کے اتنے اصحاب اور شاگرد ظاہر نہیں ہوئے جتنے کہ امام ابوحنیفہ کے تھے اور جس قدر علماء وغیرہ نے آپ سے اور آپ کے اصحاب سے تفسیر، احادیث اور مسائل مستنبطہ اور نوازل و قضایا اور احکام وغیرہ میں فائدہ اٹھایا ہے اور کسی سے نہیں اٹھایا اور بعض محدثین نے آپ کے ترجمہ میں آپ کے آٹھ سو شاگرد مع اسم و نسب و طول ذکر کے بیان کیے ہیں۔ علاوہ اس کے آپ نے پندرہ مسانید ہیں جن میں حفاظ حدیث اور آئمہ دین نے آپ کی روایات کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ پہلی مسند کو امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی المعروف بہ عبداللہ استاذ، دوسری کو امام حافظ ابو القاسم طلحہ بن محمد جعفر شاہد عدل، تیسری کو امام حافظ ابو الحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ، چوتھی کو امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی، پانچویں کو شیخ ثقہ العدل ابو بکر محمد عبدالباقی بن محمد انصاری، چھٹی کو امام حافظ صاحب جرح و تعدیل ابو محمد احمد بن عبداللہ بن عدی جرجانی، ساتویں کو امام حسن بن زیاد تو توی، آٹھویں کو حافظ عمر بن حسن انصاری، نویں کو امام حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی، دسویں کو حافظ ابو عبداللہ حسین بن محمد عمر بن خسرو بنجی، گیارہویں کو امام ابو یوسف، بارہویں کو امام محمد بن حسن شیبانی، تیرہویں کو امام حماد بن ابو حنیفہ، چودھویں کو نیز امام محمد بن

حسن شیبانی، پندرہویں کو حافظ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن العوام سعدی کے جمع کیا اور ان سب کو حذف اسانید و تکرار احادیث کے امام ابوالمؤید خوارزمی نے مسند خوارزمی المشہور بہ مسند امام اعظم میں جمع کیا۔ مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے جن اصحاب نے آپ سے آپ کی مسانید کو روایت کیا ہے وہ پانسویا اس کے کچھ زیادہ ہے اور درمیان میں ان کے علاوہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام شافعی نے اپنی مسند میں جس کو ابو العباس عمر بن یعقوب اصم میں جمع کیا ہے، روایت کی ہے اور اس میں ان کے کل مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام احمد بن حنبل اور بخاری و مسلم اور ان کے شیوخ نے امام ابو حنیفہ کے اصحاب سے روایت کی ہے انتہی، منقانی مالکی نے شرح موطا میں لکھا ہے کہ امام کو ابو حنیفہ سے پانسویا سات سو یا ایک ہزار اور چند یا ایک ہزار سات سو یا چھ سو چھیا سٹھ احادیث مروی ہوئی ہیں۔

آپ کے بارے میں اہل علم نے عمدہ آراء پیش کیں۔ آپ کے علوم سے استفادہ کیا اور آپ سے منقول علم و دانش کو سرمایہ حیات بنایا۔ آپ کے اصحاب میں اس قدر جلیل القدر علماء اور ائمہ حدیث ہیں کہ زمانہ ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ آپ کے کبار شاگردوں میں امام ابو یوسف، امام حماد، امام محمد، امام زفر اور امام عبداللہ بن مبارک شامل ہیں۔ حضرت الامام کے اصحاب کے بارے میں امام طلحہ بن محمد جعفر فرماتے ہیں:

”امام اعظم کے اصحاب خود وسعت علم اور بلندی مقام میں سب سے زیادہ معروف تھے اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے درجے کے فقیہ تھے۔ ان کے ہم عصر لوگوں میں سے کوئی بھی آپ سے اونچے مقام پر نہ تھا۔“

حضرت الامام کے تلامذہ نے حدیث و فقہ میں دنیا بھر کو مستفید کیا۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں دنیا بھر کے اہل علم نے ہمیشہ کسینی کلمات پیش کیے۔ انھوں نے آپ سے کتاب الآثار نقل کی۔ اس طرح حضرت الامام کو آئمہ حدیث پر ہر لحاظ سے تقدم حاصل ہے۔ زمانی اعتبار سے آپ تمام آئمہ فقہ و حدیث سے متقدم تھے ہی، مقام و مرتبہ کے لحاظ سے بھی آپ کی عظمت مقام اور عند شان کو محدثین و فقہاء نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔

صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت اور ان سے روایت:

حضرت امام ابو حنیفہ نے بہت سے صحابہ کرام کی زیارت کی، اس حوالے سے صحابہ کرام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مختلف روایات کے ذریعے ذیل کے اسماء گرامی بیان کیے گئے ہیں۔

- (۱) حضرت ابو ظہیل عامر بن واثلہ دوسی کنعانی رضی اللہ عنہ وفات ۱۲۰ھ
- (۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وفات ۹۰ھ، ۹۱ھ، ۹۳ھ (بصرہ) آپ کی حیات میں امام ابو حنیفہ بیس سے زیادہ مرتبہ بصرہ تشریف لے گئے۔
- (۳) حضرت جابر بن عبد اللہ وفات ۷۸ھ، ۷۹ھ ان کی زیارت ثابت ہے۔
- (۴) حضرت سائب بن خلاد بن سوید وفات ۹۱ھ۔
- (۵) حضرت سائب بن یزید بن سعید وفات ۹۱ھ، ۹۲ھ، ۹۳ھ
- (۶) حضرت سہل بن ساعد، وفات ۹۸ھ
- (۷) حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی، وفات ۸۸ھ
- (۸) حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ
- (۹) حضرت عبد اللہ بسر مازنی رضی اللہ عنہ
- (۱۰) حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ ۹۳ھ
- (۱۱) حضرت عمر بن حرث رضی اللہ عنہ وفات ۸۹ھ
- (۱۲) حضرت محمود بن الرزیق الانصاری رضی اللہ عنہ ۹۹ھ
- (۱۳) حضرت محمود بن لبید الاشجلی رضی اللہ عنہ ۹۶ھ
- (۱۴) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ
- (۱۵) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ وفات ۸۶ھ
- (۱۶) حضرت برماس بن زباد الباہلی وفات ۱۰۲ھ

صحابہ کرام کی زیارت اور ان سے روایت کے سلسلے میں مختلف علماء سے مختلف اقوال۔

نقل کیے گئے ہیں۔ حافظ ابن حجر سے دو اقوال نقل ہوئے ہیں جن میں سے ایک میں چار اور ایک قول میں پندرہ صحابہ سے آپ کی روایت یا روایت کی تصدیق کی گئی ہے۔ ان دو اقوال کی تطبیق یوں کی جاتی ہے کہ آپ نے پندرہ کی زیارت کی اور چار سے روایت کی۔

جملہ روایات کو مد نظر رکھ کر قول فیصل یہی سامنے آتا ہے کہ آپ ہر اعتبار سے تابعی کے درجے پر فائز تھے۔ آپ نے صحابہ کرام کی زیارت بھی کی اور ان سے احادیث بھی سنیں۔ یہ احادیث آپ نے انھی صحابہ کے حوالے سے روایت کیں اور جمہور اہل علم نے ان روایات کو قبول بھی کیا اور نقل بھی کیا۔ یہ روایات ذخیرہ حدیث میں بہت معتبر بھی ہیں اور دین و ایمان کے لیے مفید بھی۔ اہل علم ان سے استفادہ کرتے اور اپنے قلوب و اذہان کو مستنیر کرتے ہیں۔ ہاں بہت سے لوگ جو میاں نذیر حسین کے قول کے مطابق حاسد یا جاہل ہیں، امام ابو حنیفہ سے حسد کے سبب یا جہالت کے سبب ان احادیث رسول سے استفادہ نہ کر سکیں گے۔ حضرت الامام کے اصول حدیث اہل علم کے ہاں ایک عمدہ موضوع ہے۔ راقم الحروف کو استاذ گرامی قدر حضرت مفتی محمد عیسیٰ خاں گورمانی دامت برکاتہم نے کوثر النبی کا مخطوطہ دکھایا اور بتایا کہ حضرت مولانا عبدالعزیز پرہیاروی رحمہ اللہ نے کوثر النبی میں علماء احناف کے اصول حدیث کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔

ہمارے محترم مولانا مفتی رشید احمد علوی مدظلہ کہ اہل علم بھی ہیں اور صاحب ذوق بھی۔ انھوں نے حضرت امام ابو حنیفہ کے خدمات حدیث اور احناف کے اصول حدیث کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ آپ نے حضرت امام ابو حنیفہ سے روایت کی گئی ان میں احادیث کو جمع فرمایا ہے جو آپ نے براہ راست صحابہ کرام سے روایت کی ہیں۔ یہ احادیث، علم، دانش، فکر، نظر، عقیدہ اور عمل صالح کا نور لیے ہوئے ہیں۔ اہل علم ان سے روشنی پائیں گے اور اہل دل محبت کی خوشبو سے دل کی دنیا کو معطر پائیں گے۔ محترم مفتی صاحب ان احادیث کی شرح پر بھی کام کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ کام بہت مفید اور قیمتی ہوگا۔ عیسیٰ دنیا میں یہ کام قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ لوگ اس سے استفادہ کریں گے اور خیر کا عمل مسلسل جاری

عشرین لابی حدیثہ ————— ۳۱

رہے گا۔ راقم الحروف نے مفتی صاحب کی حوصلہ افزائی کے نتیجے میں یہ چند سطور قلمبند کی ہیں۔ راقم کو اپنی کم علمی کا اعتراف بھی ہے اور ادراک بھی۔ یہ چند سطور یا تو بزرگ علماء کی صحبت کا اثر ہے یا اپنے آباء و اجداد کی دعاؤں کا تصدق، وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم۔ اللہ تعالیٰ ان سطور میں موجود کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور اگر کوئی اچھی بات اُس کی توفیق سے سامنے آئی ہے تو اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اس کے اجر میں راقم کے آباء و اجداد اور اساتذہ کو شامل فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ

ربنا تقبل من انک انت السميع العليم

خاکسار امجد علی شاکر

۱۹۲/ای، پی، آئی اے ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور

عشرین لاء بی حنیفہ ————— ۳۲

عشرین لاء بی حنیفہ

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی احادیث مبارکہ

آپ کا اسم گرامی حضرت انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام ہے۔ جب آپ کی عمر مبارک دس برس کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اس کے بعد دس سال تک آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپ کو فہ ہجرت کر گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو دین کی تعلیم سے آشا فرمائیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سوائے حضرت ابو طفیل عامر بن وائلہ کے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ جبکہ بصرہ میں مقیم صحابہ کرام میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی اور آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں تین روایات ۹۳ھ، ۹۱ھ، ۹۰ھ منقول ہیں۔ جبکہ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۹۹ یا ۱۰۳ برس تھی اور آپ کی اولاد میں لڑکوں کی تعداد (۸۰) اور لڑکیوں کی تعداد (۲) تھی اور آپ کی وفات کے وقت امام ابو حنیفہ کی عمر دس سے تیرہ برس کے درمیان تھی اور اس سلسلے میں حضرت شیخ سید محمد انور جیلانی نے اپنی مجلس میں یہ واقعہ سنایا جبکہ ان کے ساتھ حضرت امام ابو یوسف کے دربار کے جانشین شیخ سید صباح احمد ابراہیم الحسینی بھی تشریف فرما تھے اور کافی تعداد میں علماء بھی موجود تھے اور بندہ کو آپ حضرات کی زیارت کا پہلی مرتبہ شرف حاصل ہوا تھا اور بندہ امام صاحب کی مجموعہ الفقہ الاکبر کی دعائے قبولیت کے لیے حاضر ہوا تھا جس میں آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالکؓ کو دو کھجوریں دی تھیں اور یہ فرمایا تھا کہ آپ کے پاس کوفہ سے ایک نوجوان آئے گا یہ اس کو دے دینا، ایک مرتبہ امام اعظم حج کے لیے تشریف لے گئے اور بعد میں مسجد نبوی میں

حاضری ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً سات برس کے قریب تھی۔ حضرت انس بن مالک کے بارے میں معلوم ہونے پر آپ حضرت انسؓ کے قریب تشریف لے گئے اور کہا ”السلام علیکم یا صحابی الرسول“ اے صحابی رسول السلام علیکم! جواب میں حضرت انس بن مالکؓ نے اپنی آنکھوں سے پوٹے ہٹائے جو عمر کی زیادتی کی وجہ سے لٹکے ہوئے تھے اور دیکھا اور اس کے بعد آپ نے فرمایا ”وعلیکم السلام یا بشارت الرسول“ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وعلیکم السلام“ اور اس کے بعد اپنی جیب سے وہ دو کھجوریں جو حضورؐ نے آپ کو دی تھیں نکالیں اور امام صاحب کو دیں جو آپ نے لے کر کھالیں اور اسی تبرک کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی اہم ترین خدمت تدوین علوم دینیہ آپ سے لی اور یوں آپ دینی علوم کے مدون اول بنے۔

حضرت امام اعظم نے طلب علم کے لیے بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا تھا اور وہاں حضرت انس بن مالکؓ سے متعدد مرتبہ ملاقات کی۔ جبکہ حضرت انسؓ بھی بصرہ میں مقیم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام صاحب نے سب سے زیادہ احادیث بھی انہی سے روایت کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کا مقام

عن ابی حنیفۃ قال لقیۃ انس بن مالک رضی اللہ عنہ وسمعتہ
 یقول قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ
 الا اللہ خالصاً مخلصاً (وفی رواية مخلصاً بها) من قلبہ دخل
 الجنة ولو توکلتم علی اللہ حقّ توکلہ لرزقتم کما یرزق الطیر
 تغدو خماصاً وتروح بطاناً.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے فرماتے ہوئے سنا کہ جو

شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور یہ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے۔ کیونکہ وہ پرندے صبح خالی پیٹ گھونسے سے نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں۔

نوٹ: اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں ارشاد فرمائیں ہیں۔

- ۱- اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہنے کا اجر۔
- ۲- دوسری بات اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے یا اجر و ثواب۔

تشریح و تخریج:

اس حدیث کو المناقب الکردری: ص ۱۶ المناقب المکی ص ۳۶، ترمذی ۲۳۴۴، ابن ماجہ ۴۱۶۴، کتاب الزہد ص ۱۸ ج ۱، احمد ۲۰۵، ۳۷۱، ۳۷۳، الزہد ص ۱۹ ج ۱، مسند ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۲۱۲، المستدرک لحاکم ۷۸۹۴، مسند طیار ص ۵۱، ۱۳۹، مسند الشہاب ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، مسند عبد بن حمید حمید ۱۰، بحر الذخار ۳۴۰، شعب الایمان ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، میں نقل کیا ہے اور تمام محدثین نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے جبکہ ابن حبان نے ۳۰ میں الفاظ میں فرق بیان کیا ہے اور ترویج کی بجائے تعود بظانہ کے الفاظ اپنی روایت میں نقل کیا ہیں اور معنی سب کا ایک ہی ہے۔

حصولِ علم کی فرضیت

قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ النُّعْمَانُ بْنُ الثَّابِتِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ

امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

تشریح:

یہ حدیث لفظاً اور معناً بہت معروف اور مشہور ہے اور تمام محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کو نقل کیا ہے اور ہمارے مدارس اور سکولوں کی دیواروں میں بھی لکھا ہوا امام اعظم کی یاد دلاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کو الموفق المکی ص ۲۸ و ۳۲، و جامع المسانید، اس کو ابن ماجہ نے مقدمہ ۲۲۰ حضرت انس بن مالک سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ”طلب العلم فريضة على كل مسلم وواضع العلم عند غير اهله كمقلد الخنازير الحوهر والؤلؤ والذهب“ امام ابن ماجہ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ نا اہل کو علم دینے والے شخص کی مثال ایسے ہے جیسے سور کے گلے میں سونے، لولو اور ہیرے کے موتیوں کی مالا ڈالی جائے، اس کے علاوہ اس حدیث کو ابی یعلیٰ نے اپنی مسند ج ۵ ص ۹۶، ۲۲۳، ۲۸۳ میں تین جگہ پر اور طبرانی نے معجم صغیر ص ۳۶، ۵۸، میں دو جگہ پر معجم اوسط ص ۳۳ پر اور معجم کبیر جلد ۱۰ ص ۱۹۵ میں اور مسند شہاب ص ۱۳۵، ۱۳۶ میں دو مرتبہ پر حضرت انس بن مالک سے نقل کیا ہے اور جزاء ابن حبان ص ۱۵۸، الفوائد ص ۲۳۸، ۲۸۵ اور المجالس الخمسة ص ۶۶، المجلس الملاء فی رؤیة اللہ ص ۱۱۶ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث الفوائد ج ۳، ص ۳۳، ۳۱ پر دو مرتبہ ذکر کی گئی ہے۔ جبکہ ابن عباس سے الفوائد ج ۳ ص ۳۲ میں اور اس روایت میں الفاظ ہیں طلب العلم واجب اور اس حدیث کو جزاء ابن حبان ص ۸۰ پر نقل کیا گیا ہے اور صاحب العجالة فی ۱۱۱ احادیث المسلسلة میں فرماتے ہیں، کی اس حدیث کو بے شمار طرق سے نقل کیا ہے اور اس کے باوجود اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور ان میں جابر بن عبد اللہ، ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود، علی الرضیؓ اور ابوسعید خدریؓ

نے روایت کیا ہے مگر اس حدیث کی معنوی صحت میں کسی نے کلام نہیں کیا ہے بلکہ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ (الفوائد ج ۱ ص ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے اثرات

قَالَ ابُو حَنِيْفَةَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَن قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا مِّنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَلَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْنَهُ بِطَانًا. (المنائب الكردي ۶)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دل کی گہرائی اور اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جیسے توکل کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے طریقے سے رزق دے گا جیسے پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح کے وقت گھر سے نکلتے وقت بھوکے ہوتے ہیں اور جب شام کو واپس لوٹتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

نوٹ: یہ حدیث، حدیث نمبر ۱ کی مانند ہے لیکن اس مفہوم کی حدیث امام اعظم سے چار انداز سے منقول ہے۔ دو احادیث کے الفاظ ایک جگہ جمع کر کے حدیث نمبر ۱ پر درج کر دی گئی ہے۔ اس میں ایک حدیث کے الفاظ ہیں مخلصاً من قلبہ دوسری حدیث کے الفاظ میں خالصاً من قلبہ تیسری حدیث کے الفاظ ہیں خالصاً مخلصاً من قلبہ چوتھی حدیث ہے مخلصاً بہا من قلبہ تمام احادیث

میں دونوں باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ پہلی اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھنا اور دوسری بات توکل علی اللہ کی اہمیت اور اس کی افادیت۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں نعمتوں سے مستفید فرمائے۔

خیر کی نشاندہی اور مظلوم کی مدد

عن ابی حنیفۃ قال سمعت انس بن مالکؓ يقول سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ الذَّالُّ عَلَى الْخَیْرِ کَفَاعِلُهُ وَاللَّهِ یُحِبُّ إِعَاثَةَ اللَّیْثَانِ.

امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ نیک عمل کی نشاندہی کرنے والا خود نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

اس حدیث کو المناقب لمکی ۲۶، مسند خوارزمی ۵۸، والصمیری ۴، مسند ابی یعلیٰ ۴۲۹۶ نے انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے اسی حدیث کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث نمبر ۲۵۹۴ میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے ایک آدمی نے مطالبہ کیا کہ اس کا بوجھ اٹھوا دوں اور میں وہ بوجھ نہیں اٹھوا سکتا تھا اس لیے میں نے ایک دوسرے شخص کو اس کی طرف متوجہ کر دیا جس کے جواب میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ان الذال علی الخیر کفاعله کہ نیکی کی نشان دہی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن مسعود البدری اور بریدہؓ نے نقل کی ہے اور راقم الحروف کہتا ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ نے بھی روایت کیا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ نے یہ روایت حضرت انسؓ سے نقل کی ہے جو متن میں مذکور ہے اور حضرت بریدہؓ والی حدیث امام احمدؒ نے روایت کی اور فرماتے ہیں وقال حدثنا ابو

حنيفة عن علقمة بن المرنثد عن سليمان بن بريدة عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لرجل اذهب فان الدال على الخير كفاعله (مسند باقى الانصار حديث بريدة) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا کہ نیکی کی نشاندہی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے اور احمد بن حنبل نے نمبر ۱۲۳۲۶، ۲۱۹۳۹، ۲۳۰۷۷، ۲۲۴۱۴ اور ابن حبان ص ۲۸۹ معجم کبیر ص ۹۵۴۵، مسند الشہاب ص ۸۶ اور جزء الف دینار ص ۱۱۴ اور کتاب البر والصلۃ ص ۱۶۴، کتاب الفوائد ۶۴ میں ”کل معروف صدقة“ ہر نیکی صدقہ ہے اغاظ کے اضافے کے ساتھ نقل کیا ہے اور ص ۲۲۲ میں سلیمان بن بريدة نے اپنے والد سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور کتاب قضاء الحوائج ص ۳۹ اور العجالة فی الاحادیث المسلمة ص ۷۱ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے امام مسلم ۱۸۹۳ میں ”من دل على الخير فله مثل اجر فاعله“ کے الفاظ سے اور اسی کو ابو داؤد ۵۱۲۹، ترمذی ۲۹۷۱ نے نقل کیا ہے اور اس میں ”ولم يشك فيه“ اس میں کوئی شک والی بات نہیں، کے الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار صحابہ کرام نے روایت کی ہے جن میں سے عبد اللہ بن مسعود کے علاوہ باقی تین انس بن مالک، بريدة السلمی اور عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔

مظلوم کی داد رسی کا اجر

عن الامام ابو حنيفة سمعت انس بن مالک يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ امام اعظم رحمۃ اللہ نے فرمایا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ مظلوم کی داد رسی کرنے والے سے محبت کرتے ہیں۔

نوٹ: مظلوم کی مدد اور معاونت پر احادیث میں بہت سارے فضائل منقول ہیں۔ انہی میں سے ایک بات مذکورہ حدیث میں بھی موجود ہے جو افکار کا عمدہ نمونہ ہے۔

سجدہ سہو کا اصل مقام

عن ابی حنیفہ قال کان علمانا کلہم یقولون من سجدتی السہو انہما بعد السلام یتشهد فیہما ویسلم قال حماد بن ابی سلیمان ہکذا یفتی انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال ابو حنیفہ وسألت انس بن مالک فقال ہکذا هو (الناقب لکلی ص ۲۶ الضمیر ی ۵)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سب علماء سجدہ سہو سلام کے بعد کیے جانے کے قائل تھے اور اس کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرا جائے اور حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی طرح فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے ملاقات ہونے پر یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے اسی طرح جواب دیا کہ پہلے سلام پھیریں پھر دوبارہ تشہد پڑھیں اس کے پورا کرنے کے بعد دوبارہ سلام پھیریں اور یوں اپنی نماز پوری کر لیں۔

سجدہ سہو کے اصل مقام کی تحقیق

سجدہ سہو کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واضح اور بالکل عیاں ہیں مگر اس کو ائمہ حدیث نے کسی خاص ترتیب سے نقل نہیں کیا جس کی وجہ سے یہ مسئلہ متنازع بن گیا ہے۔ یہ طریقہ ائمہ حدیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اور اگر صرف

احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے تو یہ مسئلہ اس قدر مختلف فیہ ہوگا جس کا حل ناممکن ہو جائے گا اور اس کی تفصیل جاننے کے لیے ذخیرہ احادیث کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔ ہمارے ائمہ کے ہاں سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب آخری قعدہ میں بیٹھے تو پوری التحیات مع درود و سلام آخر تک پڑھے اس کے بعد ایک طرف سلام پھیرے اور پھر دوسجدے کرے اور دوبارہ التحیات اول سے آخر تک پڑھے اور دوبارہ سلام پھیر دے، یہ مسئلہ جس انداز سے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کئی محدثین نے اپنی کتب حدیث میں اس مسئلہ کے نقل کرنے میں مطابقت کی ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ”ثم سجد سجدتی السهو بعد ما سلم“ پھر آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے ۱۲۰۴، مسلم نے ۸۹۷، ابوداؤد نے ۱۰۱۶، ۱۰۱۷ نقل کیا ہے۔ البتہ نسائی نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔ ”ثم سلم ثم سجد سجدتی السهو ثم سلم“ پھر سلام پھیرا اور اس کی موافقت شرح معانی الآثار میں طحاوی نے ص ۴۴۲ اور احمد نے مسند ۷۰۷، ۳۸۶، ۷۶۳۹، ۸۶۳۹ میں کی ہے اور بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو سات جگہ نقل فرمایا ہے مگر صرف ایک جگہ باب تشبیک الاصابع فی المساجد پر سجدتین کے بعد سلام کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں بھی حضرت عمران بن حصینؓ کے حوالے سے جس سے قاری کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ حصہ حدیث نہیں ہے بلکہ عمران بن حصینؓ کا قول ہے:

(۲) حضرت عمران بن حصینؓ سے بھی یہ حدیث منقول ہے جس کو ابن ماجہ نسائی نے تین مرتبہ شرح معانی الآثار میں دو مرتبہ نقل کی گئی ہے۔

(۳) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اسی کے ہم معنی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ”ہکذا صنع بنا رسول اللہ“ اس کو ترمذی، ابوداؤد، داری، مسند احمد نے دو جگہ نقل کیا ہے اور اس کی تائید میں عبداللہ بن نجیحؓ سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اس مسئلہ کے مذکورہ بالا طریقہ کار پر عمل کرنے

عشرین نالی حنیفہ ————— ۴۲

میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اکیلے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے والی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ہے۔

کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی فضیلت

عن ابی حنیفۃ قال رأیت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فی المسجد قائماً یصلی (النتب لک ص ۲۵)

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا آپ مسجد میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابو قحافہ کا حلیہ مبارک

عن ابی حنیفۃ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہما قال کانن انظر الی لحیۃ ابی قحافۃ کانہا ضرام عروج (النتب لک ص ۲۷ اشیر ی ۵)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں: میں نے ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ اُن کی ڈاڑھی میں چھپا ہوا دیکھا اور یوں لگتا تھا کہ وہ (Burning tree) سرسبز درخت میں دھکتے ہوئے شعلے کی مانند نظر آ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے مروی احادیث

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن انیس بن اسعد بن حرام بن حبیب بن مالک بن غنم بن کعب بن نفثہ ابن ابان بن یربوع بن برک آپ غزوہ اُحد سے پہلے اسلام لائے تھے اور اس کے بعد آپ نے غزوہ اُحد میں شریک ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آپ انصار مہاجرین میں سے تھے۔ ہجرت سے قبل جو فود مدینہ سے آنحضرت ﷺ کی ملاقات کے لیے تشریف لاتے ان میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقبات میں ملاقات فرماتے رہے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ انصار کے حلیف قبیلوں میں قبیلہ بنو قضاہ کی نمائندگی کرنے والے سرداروں میں سے تھے۔ ذیل کی احادیث حضرت امام اعظم ان سے روایت کرتے ہیں۔

جنت کے دروازے پر سونے کی تحریر

وقال ابو حنیفة لقیث عبد اللہ بن انیس وسمعته یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت فی عارض الجنة مكتوباً ثلاثة اسطر بالذهب الاحمر لابماء الذهب (السطر الاول) لا اله الا الله محمد رسول الله (والسطر الثاني) الامام ضامن والمؤذن مؤتمن فارشده الله الائمة وغفر للمؤذنين (والسطر الثالث) وجدنا ما عملنا، ربحنا ما قدمنا، خسرنا ما خلفنا، قدمنا على رب غفور (الموفق السی ص ۳۶)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت کے دروازے پر سونے کے پانی کی بجائے سونے کے ساتھ تین سطریں لکھی ہوئی دیکھیں (پہلی سطر) میں لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی نہیں جس کی عبادت اور فرمانبرداری کی جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

(دوسری سطر) میں لکھا ہوا ہے: ہر امام کو اپنے مقتدیوں کا ضامن بنایا اور ہر مؤذن کو امین بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آمَنہ کو ہدایت اور مؤذنین کی مغفرت نصیب فرمائے۔

(تیسری سطر) میں لکھا ہوا ہے: ہم نے جو عمل کیے ان کو پالیا اور جو عمل ہم نے آگے بھیجا تھا اس کا نفع نقصان ہمیں مل گیا اور جو پیچھے چھوڑ آئے اس کا خسارہ معلوم ہو گیا اور ہم بخشے والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو گئے۔

باقی دو حصے معروف ہیں البتہ تیسرا حصہ کو مندرجہ ذیل کے الفاظ سے ابن حبان نے نقل کیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ حضرت فاطمہ الزہراؓ کو دفنانے کے لیے گئے تو قبرستان میں سلام کیا اور کہا:

اسلام علیکم یا اہل البلاء أموالکم قسمت و دور سکت
ونسائکم نکحت، فہذا خبر ما عندنا فما خبر ما عندکم، فہتف
ہائف من قبر و علیکم السلام ما اکلنا ربحنا و ما قدمنا وجدنا و ما
خلفنا خسرنا (الغات ج ۹ ص ۲۳)

السلام علیکم اے مصیبت میں مبتلا لوگو! تمہارے مال تقسیم کر لیے گئے۔ تمہارے گھروں میں سکونت اختیار کر لی گئی۔ تمہاری بیویوں سے نکاح پڑھے جا چکے۔ یہ تو تمہارے

احوال ہیں اب تم اپنی تمناؤں؟ اتنے میں غیب سے ایک آواز سنائی دی جس کے الفاظ اس طرح تھے۔ ویکم السلام جو دنیا میں ہم نے کھالیا تھا وہی اصل نفع تھا جو ہم نے آگے بھیجا تھا۔ وہ ہمیں مل گیا اور جو ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے وہ سراسر خسارہ تھا:

محبت کی حقیقت

عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ قال ولدت سنة ثمانین وقدم علينا عبد الله بن انیس صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم الكوفة سنة وفي رواية عام اربع وتسعين ورأيتہ، وسمعت منه، وانا ابن اربع عشرة سنة سمعته يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حُبُّكَ الشَّيْءُ يُغْنِي وَيُصْمُّ

”امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن انیس ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے جہاں مجھے آپ کی زیارت اور آپ سے احادیث نبویہ سننے کا شرف حاصل ہوا اس وقت میری عمر چودہ برس تھی اور میں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”وہ فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تیرا کسی کی محبت میں مبتلا ہوں، تجھے اس کے بارے میں ساندھا اور بہرہ کر دے گا۔“

یہ حدیث المناقب لمکی ص ۳۰، ۳۲ اور جامع السانید، المناقب لکزدری ۱۸، مسند خوارزمی ۵۸ میں منقول ہے اور ابوداؤد کتاب الاداب ۴۴۶۵، مسند احمد مسند الانصار رقم ۲۰۷۰۵، مسند قبائل ۲۶۲۶۸ میں اور سب نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کی ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے کہ امام صاحب کی ملاقات حضرت عبد اللہ

عشرین لابی حنیفہ ————— ۴۶

بن انیس سے نہیں ہوئی لیکن سید الحفاظ امام الدیمی نے آپ کی ملاقات کو تسلیم کیا ہے اور اس بارے میں امام صاحب کا قول زیادہ رائج اور قابل تقسیم ہے کہ وہ خود فرما رہے ہیں کہ عبداللہ بن انیس ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے۔

حضرت عبداللہ جزء الزبیدی سے مروی احادیث

آپ کا نام نامی عبداللہ بن الحارث بن جزء ابن عبداللہ بن معد یثرب بن عمرو بن الزبیدی آپ نابینا صحابی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مصر میں مقیم ہو گئے اور مصر کے لوگوں نے آپ سے کثرت سے کسب فیض کیا۔ آپ کی وفات مصر میں ۸۷ھ میں ہوئی۔

فضیلت فقہ اور ذوق علم

عن ابی حنیفہ قال ولدت سنة ثمانین وحججت مع ابی سنة ست وتسعين وانا ابن ستة عشر سنة (وفی رواية لی ست عشرة سنة) فلما دخلت المسجد الحرام رأيتُ حلقة عظیمه بشیخ أجمع الناس، فقلت لابی حلقة من هذه (وفی رواية من هذا الشیخ؟) (وفی رواية حلقة من هذا الرجل؟) قال هذا رجلٌ قد صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال له عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی (وفی رواية حلقة عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی) فقلت لابی ای شیء عنده قال أحادیث سمعها من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت قدمنی الیه حتی اسمع منه؟ فتقدم بین یدی فجعل یفرج عن الناس حتی دنوتُ منه فسمعتہ منه (وفی رواية سمعته یقول) قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تفقه فی دین اللہ کفاه اللہ همّة ورزقه من حیث لا یحتسب.

امام اعظم فرماتے ہیں کہ میری ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور مجھے ۹۶ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ جبکہ اس وقت میری عمر سولہ برس تھی۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو مسجد میں بہت بڑا مجمع دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کس قسم کا مجمع ہے؟ میرے والد نے جواب دیا کہ یہ صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی کی زیارت کرنے والوں کا مجمع ہے جس میں آپ کی زیارت کی غرض سے آپ کے قریب ہوا تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی فقاہت اور اس کی سمجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں میں اس کو کافی ہو جاتے ہیں اور اس کو ایسے طریقے سے رزق دیتے ہیں جس سے رزق ملنے کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس حدیث پاک کو الموفق لمکی ۲۵، ۲۹، ۳۳، انکردری ۱۲، اور جامع المسانید مسند خوارزمی ۵۸، الصمیری ۴، تاریخ بغداد ج ۳، اور اس میں روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ”وانشد ابو حنیفہ من قوله

”من طلب العلم للمعاد فاز بفضل من الرشاد“

کہ امام اعظم اکثر ان کی بات کی وجہ سے اُن کا یہ شعر سننایا کرتے تھے جس کا مطلب ہے کہ ”جو شخص آخرت کے پیش نظر علم طلب کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے راہ ہدایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔“

دین میں دانائی اور مظلوم کی مدد

قال ابو حنیفہ لقیْتُ عبد اللہ بن الحارث بن الجراء الزبیدی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت اريد ان اسمع

منہ، فحملنی ابی علی عاتقہ وذهب بی الیہ، فقال ما تريد؟ فقلت اريد ان تحدثنی حديثاً سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اعانة الملهوف فرض على كل مسلم، من تفقه في دين الله لله كفاه الله همه ورزقه من حيث لا يحتسب

ترجمہ: امام اعظمؒ نے فرمایا میں صبی رسول حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدؓ سے ملا میں نے اپنے والد سے عرض کی کہ میں آپؐ سے سننا (سنا) چاہتا ہوں۔ میرے والد نے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور مجھے لے کر آپؐ کے قریب پہنچ گئے۔ مجھے اپنے قریب دیکھ کر آپؐ نے پوچھا کیا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کی کہ آپؐ مجھے ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بذات خود سنی ہو جس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مظلوم کی داد دینی کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو شخص دین میں فقہت حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر مشکل میں اس کو کافی ہو جاتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس حدیث پاک کو الموفق المکی بسندہ ص ۳۵ و الکروری ۱۲، ۱۳ اور اسی طرح کی ایک حدیث علامہ کروری نے المناقب میں روایت کی جس کے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ حضرت حسن نے عمران بن البیض سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

من انقطع الى الله كفاه الله كل مؤنة ورزقه من حيث لا يحتسب
یعنی جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف ساری دنیا سے منقطع ہو کر متوجہ ہوتا ہے تو اس کی ہر مشکل میں اسے اللہ تعالیٰ کافی ہو جاتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو رزق دیتے ہیں

عشرین لابی حنیفہ ————— ۵۰

جہاں سے اس کو اندازہ بھی نہیں ہوتا۔

نوٹ: یہ حدیث بھی الفاظ کے فرق کے ساتھ چار مختلف انداز سے امام اعظم سے منقول ہے۔ گویا یہ ایک حدیث نہیں بلکہ محدثین کے طریقے پر چار احادیث ہیں اور امام ملا علی قاری نے اپنی اربعین میں اس کو چار احادیث ہی شمار کیا ہے لیکن ہم نے فقہاء کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے اس کو ایک حدیث نقل کیا ہے۔ لہذا یہ بھی تفقہ فی الدین میں ایک مختصر اور عمدہ روایت ہے جو فضائل اور مسائل کی حامل ہے۔ اس کی مزید تفصیل شرح عشرین میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

آپ کا اسم گرامی واثلة بن الاسقع بن عبد العزی بن عبد اللیل بن ناشب بن غمرہ ابن سعد بن لیث بن کمر بن عبد مناف بن علی بن کنانہ آپ اس وقت اسلام لائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ جیش العسرة کی تیاری میں مصروف تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین برس خدمت کی اور صفہ کے ذہین اور کل وقتی طلباء کرام میں سے تھے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ وہاں سے شام کے شہر بلطام میں جو دمشق سے تین میل کے فاصلے پر تھا اور وہاں سے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے اور وہیں آپ کی ۸۶ھ میں وفات ہوئی۔

مسلمان بھائی کی برائی کرنے کا نتیجہ

عن ابی حنیفة قال سمعت واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تظهرن شمانة لأخیک فی عافہ اللہ وبتلیک۔

امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے بھائی کی برائی ظاہر نہ کیا کر، کہیں ایسا نہ ہو اللہ تعالیٰ اُس کو معاف فرما کر کے تجھے اس میں مبتلا کر دے۔

اس حدیث مبارکہ کو الموفق المکی ص ۳۰، ۳۱، ۳۲ و جامع المسنید، مسند خوارزمی ۵۸ میں نقل کیا ہے۔

شک کی حقیقت

عن ابی حنیفہ قال حدثنی واثلة الاسقع رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال دع ما یریبک الی ما لا یریبک امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ بن الاسقع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے فرماتے ہوئے سنا کہ جو بات تجھے شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو۔ ایسی باتوں کے ذریعے جو یقینی ہوں۔

نوٹ: یہ حدیث زہد و تقویٰ کے میدان میں ایک عمدہ سنگ میل کی طرح ہے اور اس پر عمل کر کے بہت سارے مقاصد سے بچاتا ہے اور اس حدیث کی تخریج کیوں ہے:

اس حدیث مبارکہ کو الموفق المکی ص ۳۱ و جامع المسانید اسی حدیث کو امام ترمذی نے ۲۵۱۸ اور امام نسائی نے ۵۷۱۱ اور امام دارمی اور امام طبرانی نے معجم صغیر میں ایک باب کے ترجمہ کے طور پر نقل کیا اور امام حاکم نے مستدرک ۷۰۴۶ میں ان الفاظ کے اضافے کے ساتھ فان الصدق طمأنینۃ وان الکذب ریبۃ کہ سچائی اطمینان قلبی اور جھوٹ طلبی بے چینی کا باعث ہوتا ہے اور امام عبد الرزاق نے اپنی کتاب المصنف ۲۰۹۳ میں اور دوسرے مقام پر ۲۰۶۱۹ میں ان الفاظ کے فرق کے ساتھ فواللہ لا تجد فقدشی ترکہ اللہ کہ قسم بخدا جو چیز تم اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ دو گے وہ کبھی تم سے ضائع یا گم نہ ہوگی، کے فرق سے نقل کی ہے۔

فرائض کی اہمیت

قال ابو حنیفہ لقیث واثلة بن الاسقع وسمعتہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یظن احدکم ان یتقرب الی اللہ تعالیٰ

باقرب من هذه الركعات يعنى الصلوات الخمسة
امام اعظم نے فرمایا کہ میں واثلۃ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا
اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا آدمی اللہ تعالیٰ کا جتنا قرب ان پانچ نمازوں کی ادائیگی کے
ذریعے حاصل کر سکتا ہے اتنا کسی اور طریقہ سے حاصل کرنے کا
گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اس حدیث مبارکہ کو الموافق المکی ص ۳۶ المناقب للکرمدری ص ۱۳۱ سندہ، اسی طرح کی
حدیث جو حضرت میمونہ زوجہ رسول سے مروی ہے آپ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا
وما تقرب الی عبدی بمثل اداء فربضتی علیہ (اکردری ۱۳)
یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندے کے میرے قرب آنے کے لیے میری طرف
سے فرائض کے ادا کرنے کے علاوہ اس سے اچھا کوئی راستہ نہیں ہے۔
نوٹ: آج کل علم تصوف کو بدنام کرنے والے لوگوں نے عبادات ترک کرنا
معرفات کا بلند تر درجہ قرار دیا ہے۔ جبکہ امام اعظم سے نقل شدہ یہ
حدیث واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے
عمدہ ذریعہ فرائض کی ادائیگی ہے اور یہی وجہ ہے کہ امت میں روحانی
بلندی کی نشانی فرائض میں دلچسپی کو قرار دیا گیا ہے اور جو شخص فرائض
سے غافل ہو گیا روحانی طور پر وہ شخص کسی بڑے مقام و مرتبہ کا
دعوے دار بننے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں درست راہنمائی
نصیب فرمائے۔

عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی احادیث

آپ کی کنیت اور نام ابو ابراہیم عبداللہ بن ابی اوفیٰ علقمہ بن قیس بن خالد ہے۔ آپ ہمیشہ مدینہ میں مقیم رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وفدہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور آپ کوفہ میں مقیم صحابہ کی جماعت میں سب سے آخر میں ۸۷ ہجری میں فوت ہوئے تھے جبکہ کوفہ میں مقیم صحابہ کرام میں سے آپ سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی ہیں اور آپ کی وفات کے وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عمر چھ یا سات سال کی تھی اور ایسے وقت میں بچہ اچھا خاصا سمجھا جاتا ہے اور اس لحاظ سے آپ کی سماعت اور صحابی رسول کی روایت دونوں درست ہیں اور ائمہ اہل سنت کے نزدیک قابل تسلیم ہے۔

تعمیر مساجد کی فضیلت

عن ابی حنیفة قال سمعت عبداللہ بن ابی اوفیٰ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من بنی للہ مسجدًا، ولو کمفحص قطاة بنی اللہ تبارک وتعالیٰ لہ بیتًا فی الجنة.

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بناتا ہے اگرچہ وہ کوچ کے گھونسے کی مانند کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جنت میں گھر بناتے ہیں۔

اس حدیث کو امام الموفق الحکی نے المناقب کے ص ۳۰ اور ۳۴ میں نقل کیا ہے اور جامع المسانید جبکہ مسند خوارزمی ۵۸ میں امام صاحب سے یہ روایت ایک راوی ابو معاویہ کے واسطے سے منقول ہے اور ابن حبان نے ۱۴۱۰، ۱۱ میں انہی الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی ہے۔ ابن ماجہ نے کتاب المساجد والجماعت رقم ۷۳۰ میں حضرت جابر بن عبد اللہ کے ان الفاظ سے روایت نقل کی ہے کہ

”مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ كَمَفْحَصٍ قِطَاةٍ أَوْ أَصْغَرَ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ“
یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا گھر مسجد بنائی ہو خواہ وہ جانور کے گھونسلے کی مانند ہو یا اس سے بھی چھوٹی ہو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے اور امام بیہقی نے سنن الکبریٰ ۴۳۹۲ میں جبکہ اس حدیث کو احمد ۴۷۵۵ و الترمذی ۲۹۳ نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

”مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا صَغِيرًا كَانَ أَوْ كَبِيرًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ“
جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بنائی ہو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا گھر بنائیں گے اور امام نسائی ۶۸۱ نے ان الفاظ سے حدیث نقل فرمائی

مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا يَذْكُرُ اللَّهُ فِي بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ
یعنی جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے اور امام ابن ماجہ ۷۲۷ نے ان الفاظ سے حدیث نقل فرمائی ”يَذْكُرُ فِيهِ اسْمُ اللَّهِ“ کہ اس مسجد میں اللہ کا نام یاد کیا جائے اور امام ابن ماجہ نے ایک اور روایت ۷۲۸ میں یہ الفاظ نقل فرمائے ”بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ“ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی کی مثل جنت میں گھر بنائے گا اور ایک اور روایت ۷۲۹ میں یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں ”مَنْ بَنَى مَسْجِدًا مِنْ مَا لَهُ“ اور ایک اور روایت ان الفاظ میں نقل فرمائی ہے:

”مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا فَإِنَّ اللَّهَ يَبْنِي لَهُ بَيْتًا أَوْ سَعٍ مِنْهُ فِي الْجَنَّةِ“
جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے اس سے زیادہ وسیع گھر بنائیں گے۔ اس روایت کو امام احمد نے مسند احمد میں ۲۶۳۳۰ پر نقل فرمایا ہے۔

اور یہ حدیث عوام و خواص میں مشہور و معروف ہے بلکہ زبان زد ہر خاص و عام ہے لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے آشنا نہیں ہیں کہ یہ حدیث امام اعظم سے مروی ہے۔

نیکی اور بدی کی نشان دہی

قال حدثنا ابو حنیفة قال سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حُبُّکَ الشَّيْءُ یُعْمِی وَیُصِمُّ، وَالدَّالُّ عَلَى الْخَیْرِ کَفَاعِلُهُ، وَالدَّالُّ یُعْمِی وَیُصِمُّ، وَالدَّالُّ عَلَى الْخَیْرِ کَفَاعِلُهُ، وَالدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ کَمِثْلِهِ، وَاللَّهِ یُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ (الناقب الکردری ۱۱)

”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے سنا اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی چیز کی محبت اس کے بارے میں آدمی کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے اور یہ کہ نیکی کی نشاندہی کرنے والا بذات خود نیکی کرنے والے کی طرح ہے اور برائی کی طرف گانے والا خود برائی کرنے والے کی طرح ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مجبور و لاچار کی مدد کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔

نیک اور بد عمل کی نشاندہی

قال ابو حنیفة لقیْتُ لَقیْتُ عبد اللہ بن ابی اوفی وسمعتہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حُبُّکَ الشَّيْءِ یُعْمِی وَیُصِمُّ، الدَّالُّ عَلَى الْخَیْرِ کَفَاعِلُهُ، وَالدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ کَمِثْلِهِ، اِنَّ اللہَ یُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ (الوفی الحکی ص ۳۶)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں عبد اللہ بن ابی اوفی سے ملا

عشرین لابی حنیفہ ————— ۵۸

اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کسی چیز سے تیرا محبت کرنا اس کے بارے میں تجھے اندھا اور بہرہ کر
دے گا اور نیکی کی نشاندہی کرنے والا خود نیکی کرنے والے کی طرح
اور برائی کی طرف لگانے والا خود برائی کرنے والے کی طرح ہے اور
اللہ تعالیٰ مجبور و لاچار کی مدد کرنے کو بہت پسند فرماتے ہیں۔

جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ سے مروی احادیث

آپ کا اسم گرامی جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام ابن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمۃ الانصاری آپ والد سمیت بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت نبی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور آپ غزوہ بدر میں شریک ہونے والے اصحاب میں سے ایک ہیں اور اس کے بعد بارہ معروف غزوات میں آپ نے شمولیت فرمائی تھی۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مصر اور شام کا سفر بھی کیا اور آپ کے والد حضرت عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ نقباء میں سے تھے۔ آپ ایک زمانہ تک مصر میں مقیم رہے۔ اپنی عمر کے آخری حصے میں مدینہ طیبہ میں تشریف لے آئے تھے اور وہیں پر آپ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی اور آپ کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی تھی۔ بعض لوگ امام صاحبؒ کی حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے ملاقات نہ ہونے کے قائل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی وفات سے ایک یا دو سال پہلے حضرت جابرؓ فوت ہو گئے تھے تو اس صورت میں آپ کی ملاقات ثابت نہیں ہوتی۔

اس کا جواب امام الکردری نے یوں دیا ہے وہ حضرات جن کی رائے امام صاحبؒ کی ولادت کے ۶۰ھ میں ہونے کی ہے ان کے نزدیک تو ملاقات مسلمات میں سے ہے۔ البتہ وہ لوگ جو امام صاحبؒ کی ولادت کا اجماعی قول ۸۰ھ کے قائل وہ اس حدیث و مرسل تابعی کا درجہ دیتے ہیں اور مرسل تابعی علمائے اصول حدیث کے نزدیک قابل تسلیم ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ خود امام صاحبؒ کا دعویٰ یہ ہے کہ میری ملاقات حضرت جابرؓ سے ہوئی ہے اب اس اعتراض کا حل یوں تلاش کیا جائے کہ جس سے امام صاحبؒ کا دعویٰ

اپنی جگہ درست ہو جائے اور اجماعی قول پر بھی عمل ہو جائے۔ لہذا حضرت جابرؓ کی وفات کا قول محل نظر ہوگا کہ آپؐ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی یا اس کے بعد اس کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ آپؐ کی وفات اس کے بعد ہوئی جو دعویٰ کیا جاتا ہے اور اس وقت تک امام صاحب آپؐ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے اور آپؐ سے حضرت امام صاحب نے دو احادیث سماعت فرمائی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

استغفار کا فائدہ

قال حدثنا أبو حنيفة عن جابر بن عبد الله قال جاء رجل من الانصار الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال له يا رسول الله ما رزقت ولداً قط ولا ولد لي، فقال وأين أنت عن كثرة الاستغفار والصدقة يرزق (وفى رواية ترزق) بهما الولد؟ قال: فكان الرجل يكسر الصدقة ويكثر الاستغفار، قال جابر فولد له تسعة من الذكور.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے آپؐ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ قبیلہ انصار کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ میرے ہاں کبھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور میں بے اولاد ہوں اس کے متعلق کوئی علاج تجویز فرمائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ آپ کثرت سے استغفار اور صدقہ کیوں نہیں کرتے؟ حضرت جابر فرماتے ہیں اس کے بعد اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ اور استغفار کی کثرت کا معمول بنالیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نو بیٹے عطا کیے۔

نوٹ۔ یہ حدیث بھی حضرت امام اعظم سے دو طرح سے منقول ہے لیکن ہم

نے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور اس حدیث کی تخریج اس طرح ہے کہ

اس حدیث کو الموفق المکی ۳۳، ۲۸ و المناقب لکھ درری ۱۸ و جامع المسانید، مسند خوارزمی ۵۸ نے نقل کیا ہے اور اس کے ہم معنی احادیث دوسری کتب احادیث میں بھی موجود ہیں۔ بعینہ ان الفاظ کے ساتھ کتب تعد میں کوئی حوالہ نہیں ہے۔ البتہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ ”من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجاً ومن كل هم فرجاً ورزقه من حيث لا يحتسب“

یعنی جو شخص استغفار کو اپنی عادت بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر تنگی میں کشادگی اور ہر غم میں آسانی پیدا فرماتے ہیں اور اس کو ایسے طریقے سے رزق دیتے ہیں جس کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے کتاب الصلوٰۃ ۱۲۹ میں ابن ماجہ نے کتاب الادب ۳۸۰۹ میں، جزء الامالی المطلقہ ۲۵ عمل الیوم والیلۃ جزء العمدة من الفوائد، جزء الدعاء، جزء الدعاء لابی عاصم وغیرہم نے نقل کیا ہے اور ایک دوسری روایت میں الفاظ اس طرح ہیں ”من اکثر من الاستغفار“ یعنی جو اکثر استغفار کرتا ہے جزء شرح حدیث لبیک، جزء الزہد، ابن مبارک جزء الزہد جلد ۱۲ ابن مبارک مسند احمد ۲۱۲۳، باقی الفاظ جیسے اوپر منقول ہوئے ہیں اسی طرح ہیں۔

اطاعت اور فرمانبرداری کی حقیقت

قال ابو حنیفۃ لَقِیْتُ جَابِرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْانصَارِیِّ وَ سَمِعْتُهُ یَقُولُ
بِأَنِّغَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ
وَالنَّصِيحَةِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ

”امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے تین

باتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔
 (پہلی) آپ کی ہر بات دل و جان سے متوجہ ہو کر سنیں گے۔
 (دوسری) آپ کے ہر فرمان پر دل و جان سے عمل کریں گے۔
 (تیسری) آپ سے حاصل شدہ ہر اچھی بات کا عام مسلمان مردوں عورتوں میں
 خوب پرچار کریں گے۔

اس حدیث کو الموفق الحسینی ص ۳۶ نے اپنی اسناد سے اور کئی دوسرے محدثین نے نقل کیا
 ہے۔ مثلاً بخاری، مسلم، ابوداؤد، سنن ابی نعیم، مسند احمد، معجم اوسط، معجم کبیر، مسند حمیدی اور اس
 کے آخر میں الفاظ ”وانصح لكل مسلم کے الفاظ کو ابوداؤد، سنن ابی نعیم، مسند احمد، سنن
 کبریٰ، سنن بیہقی، مسند ابی یعلیٰ نے نقل کیا ہے۔

ٹڈی دل کا حکم

قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ ابْنُ ابْنِ أَبِي حَنِيفَةَ صَاحِبُ الرَّأْيِ سَمِعَ عَائِشَةَ بِنْتَ
 عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ
 جُنْدِ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ الْجُرَادُ، لَا آكَلَهُ وَفِي رِوَايَةٍ لَا أَحْلَهُ وَلَا أَحْرَمَهُ
 ”امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ صاحب
 الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجر رضی اللہ عنہا سے سنا کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا شکر جو اس
 نے زمین پر پیدا کیا ہے وہ ٹڈی دل ہے۔ میں اس کو نہ کھانا اچھا سمجھتا
 اور نہ ہی اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔

اس حدیث کو موفق الحسینی ص ۳۱ و ۳۲ المناقب للکردری ۹۱، و جامع
 المسانید، مسند خوارزمی ۶۲، اس میں فاطمہ بنت عجر سے بھی روایت
 کی ہے۔ عقود الجواهر المنيفة باب ما تحلل اكله ص ۶۸ ج ۲ اور ابوداؤد

نے کتاب الاطعمۃ ۳۲۱۸ میں اور ابن ماجہ نے کتاب الصيد ۱۰۲۲ معجم کبیر اور بیہقی نے سنن الکبریٰ میں انہی الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ٹڈی دل کے احکامات

قال ابو حنیفۃ لقیۃ عائشۃ بنت عمر د رضی اللہ عنہا و سمعہا تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اَکْثَرُ جُنْدِ اللہ فی الْأَرْضِ الْجَرَادُ لَا آکَلَهُ وَلَا أَحْرَمَهُ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے ملا اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر جو اس نے زمین پر پیدا کیا ہے وہ ٹڈی دل ہے میں اس کو نہ کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام سمجھتا ہوں۔

ٹڈی دل کی حلت اور حرمت

اس کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے متن میں جو حدیث بیان ہوئی ہے وہ اس کے بارے میں خاموش ہے کہ یہ حلال ہے یا نہیں؟ البتہ امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الصيد ۵۰۷۱ جس کا مفہوم یہ ہے کہ

”غزونا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات کنا نأکل الجراد معہ“

مسلم نے کتاب الذبائح ۳۶۱۵ ترمذی نے کتاب الاطعمۃ ۱۷۴۴، ۱۷۴۵ انشاء نے کتاب الصيد ۴۲۸۱، ۴۲۸۲، ابوداؤد ۳۳۷۱، مسند احمد ۱۸۳۳، ۶۱، ۸۶، دارمی نے کتاب الصيد ۱۹۲۵ یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شمولیت کی

عشرین لابی حنیفہ ————— ۶۴

اور ہم ٹڈی دل کھاتے تھے۔

علامہ کردری نے اس بات پر علمائے اُمت کا اتفاق نقل کیا ہے کہ اگر ٹڈی دل کا کاٹ دیا جائے تو وہ بالاتفاق حلال ہو جائے گی (المناقب ۱۹) البتہ اس کے مارنے میں جو اسباب اختیار کیے جائیں اس میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ امام مالک کی رائے ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ بھی اگر کاٹ دیا جائے تو حلال ہو جائے گی اور سعید بن مسیب کی رائے ہے کہ جب تک اس کو ذبح نہ کیا جائے یہ مکروہ رہے گی تاکہ وقتیکہ اس کو زندہ پکڑ کر ذبح نہ کر لیا جائے۔

حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث مبارکہ

آپ کا اسم گرامی معقل بن یسار بن مغیر بن ابن خرق ابن لائی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت رضوان میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آپ بصرہ میں جا کر مقیم ہو گئے تھے اور بصرہ میں ایک نہر جو نہر معقل کے نام سے معروف ہے وہ آپ کی طرف ہی منسوب ہے۔ اگرچہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی مگر اصولی بات یہ ہے کہ امام صاحبؒ فرما رہے ہیں کہ میں ان سے ملا ہوں اور یہ حدیث سنی ہے اب اگر کوئی آدمی حضرت معقلؒ کی وفات کا تذکرہ اس سے قبل کرتا ہے تو اس کو قبول کرنے میں سوچنا پڑے گا۔ کیونکہ ایک طرف امام صاحبؒ کا دعویٰ ہے ان سے ملاقات کا اور دوسری طرف دعویٰ یہ ہے کہ ان کی وفات پہلے ہو گئی ہے۔ اس میں ہمارا اصول یہ ہونا چاہیے کہ امام صاحبؒ کی حضرت معقلؒ سے ملاقات تو یقیناً ثابت ہے۔ البتہ حضرت معقلؒ رضی اللہ عنہ کی وفات کا سال محل نظر ہونا چاہیے۔

امام کردریؒ کی رائے یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی ولادت کے بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۶۰ھ میں ہوئی ہے اور اگر اس کو صحیح تسلیم کریں گے تو امام صاحبؒ کی حضرت معقلؒ سے ملاقات اور ان سے سماع حدیث ثابت ہو جاتا ہے۔ (امردری مختصراً)

مومن اور منافق کی علامات

وقال ابو حنیفہ لقیث معقل بن یسار المزنی وسمعتہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علامات المؤمن ثلاث اذا قال صدق، واذا وعد وفى، واذا اؤتمن اذی، وعلامات المنافق ثلاث، اذا قال کذب، واذا وعد اخلف، اذا اؤتمن خان (الرتب الکی ص ۳۶) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معقل بن یسار مازنی رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ مومن کی تین نشانیاں ہیں (پہلی) جب بولتا ہے تو سچ بولتا ہے (دوسری) جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے، (تیسری) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہیں کرتا۔

اور منافق کی تین نشانیاں ہیں (پہلی) جب بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (دوسری) جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، (تیسری) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ حدیث اگرچہ اکثر محدثین نے نقل کی ہے لیکن حدیث کا صرف ایک جز نقل کیا ہے اور وہ ہے علامات المنافق ثلاث یعنی منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جبکہ امام اعظم نے یہ مکمل حدیث نقل کی ہے جس میں مومن کی تین نشانیاں اور اس کے بعد منافق کی تین نشانیاں نقل کی ہیں۔ گویا مضموم کے لحاظ سے یہ حدیث جس کو حضرت امام اعظم نے نقل کیا ہے ایک کامل و مکمل حدیث ہے جس میں پہلے علامات المؤمن ثلاث یعنی کسی مومن کے مومن ہونے کی تین نشانیاں ہیں۔

- ۱- بولے تو سچ بولتا ہے۔
- ۲- وعدہ کرے تو پورا کرتا ہے۔
- ۳- اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہیں کرتا۔ جبکہ دوسرے حصے میں وہی الفاظ جو اکثر محدثین نے نقل کیے ہیں کہ علامات المنافق ثلاث یعنی منافق کے اس نفاق پر تین نشانیاں ہیں۔
- ۱- بولے تو جھوٹ بولتا ہے۔
- ۲- وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔
- ۳- جب اس کو کوئی چیز یا بات بطور امانت رکھی یا بتائی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔

آخری کلمات

الحمد لله اللہ تعالیٰ کا جس قدر اور جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ جس ذات نے نامساعد حالات میں اس عظیم الشان کام کے لائق سمجھ کر اس کو مکمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔ اگرچہ یہ کتاب قبل ازیں بھی کافی مرتبہ چھپی ہے لیکن ہنگام زمانہ کی وجہ سے کوئی تبدیلی و ترمیم و تصحیح کی ضرورت میسر نہ آ سکی لیکن محترم ریاض درانی کا اور پروفیسر امجد شاہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اس رسالہ کو اس کی اہمیت کے پیش نظر نئے اسلوب اور احسن انداز میں خوبصورت اور علمی انداز کے مقدمہ سے مزین فرما کر طبع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ اس بات پر مذکورہ صاحبان کو جس قدر داد دی جائے کم ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے حکم سے شایان شان طریقے سے اس کی شرح بھی جاری ہے جو انشاء اللہ جلد ہی زیور طباعت سے مزین ہو جائے گی۔ جس میں ہماری پوری کوشش ہے کہ حدیث کے باب میں ایک عمدہ اضافہ ہوگا۔ شرح کے مقدمہ میں جو چھ فصلیں ہیں ان میں امام اعظم اور علم حدیث کے بعد امام اور علم اصول حدیث خاص طور سے قابل دید ہوگا۔ جس میں حضرت امام اعظم کے نزدیک احادیث کی اقسام اور امام اعظم کے نزدیک صحیح حدیث کی تعریف وغیرہ خاص طور سے قابل دید ہیں۔

علاوہ ازیں امام اعظم نے جن صحابہ کرام کی زیارت کی ہے ان کے مفصل حالات مذکور ہیں۔ امام اعظم کے بارہ میں اغیار کا کیا کہنا ہے؟ امام اعظم کے بارہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بشارتیں دی ہیں۔ اگرچہ ان کے بارہ میں ہمارے اپنے علماء

عشرین لابی حنیفہ ————— ۷۰

اور دوسرے علماء یہ کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں کہ یہ موضوع نہیں لیکن امت کے مسلمہ فقہاء اور محققین اور محدثین کی آراء نقل کی گئی ہے۔

مزید یہ کہ اس میں ہر ایک حدیث سے مستنبط ہونے والے احکامات، فضائل اور ضروری مسائل اس میں درج کیے گئے ہیں جو تمام کے تمام مسلمہ اور محققہ ماخذات سے منقول ہے۔

ان شاء اللہ جلد ہی وہ بھی ہدیہ قارئین ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو راستہ حضرت امام اعظم کے ذریعہ منقول ہے اس پر قائم رکھے اور اس بارے میں ہر قسم کی کجی، ضلال اور ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ فرمائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد
واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شرح عشرین لابی حنیفہ

امام اعظم کی صحابہ کرام سے سماعت کردہ احادیث کی مستند
شرح جو مندرجہ ذیل مسائل میں دوسری کتب سے مستغنی
کردے۔

زینہ

•31/ 64 18146

